ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

جمادی الاخریٰ: ۱۴۱۶ھ

نومبر : ۱۹۹۵ء

انا للہ وانا الیہ راجعون

قائد احرار، جانشینِ امیر شریعت، فنافی الصحابہ

حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری

۲۷، ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۳، ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۵ء پیر اور منگل کی درمیانی شب دس بج کر چالیس منٹ پر اللہ کا ذکر کرتے ہوئے طویل علالت کے بعد ملتان میں رحلت فرما گئے۔

شاہ جی کا اپنا شعر ہے:

ہم نقیبِ خلوص و اسیرِ وفا، ہم نے معیارِ الفت دو بالا کیا
روئیں گے یاد کر کر کے اہلِ نظر، کارنامے ہم ایسے بھی کر جائیں گے

پرچم معاویہ کا گرایا نہ جائے گا

بندش زباں پہ ہو کہ پہرے قلم پہ ہوں
یوں جوشِ انتقام بجھایا نہ جائے گا

نورِ نگاہِ سیّدہ ہندہ، کا مرتبہ
کوئی بھی ہو، کسی سے گھٹایا نہ جائے گا

واجب ہوا ہے ہم پہ دفاعِ معاویہ
دامن معاویہ کا چھڑایا نہ جائے گا

ابنِ سباء کی نسل بھی سن لے یہ واشگاف
نام معاویہ کو مٹایا نہ جائے گا

کٹتا ہے سر، تو کٹ گرے، لیکن سبائیو!
پرچم معاویہ کا گرایا نہ جائے گا

"نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا"

سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ ، نومبر ۱۹۹۵ء ، جلد ۶ ، شمارہ ۱۱ قیمت /۱۰ روپے

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

مجلسِ ادارت

رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رُفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ
حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ
ذوالکفل بخاری ○ قمر الحسنین
شمس الاسلام بہاری ○ ابوسفیان تائب
محمد عمر فاروق ○ عبداللطیف خالد
خادم حسین سید خالد مسعود

زرِتعاون سالانہ

اندرون ملک /۱۰۰ روپے ○ بیرون ملک /۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دارِ بنی ہاشم ، مہربان کالونی ، ملتان ۔ فون : ۵۱۱۹۶۱

تحریکِ تحفّظِ ختمِ نبوّۃ (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر : سید محمد کفیل بخاری ، طابع : تشکیل احمد اختر ، مطبع : تشکیل نو پرنٹرز ، مقام اشاعت : دارِ بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دل کی بات:	اداریہ	مدیر	۳
بیادجانشین امیر شریعت:	مولانا سید ابوذر بخاری...اک ضرب یداللّٰہی!	سید عطاء المحسن بخاری	۷
اظہار تعزیت:	ہر دل اداس، ہر آنکھ نم	ادارہ	۱۰
تعزیتی اجلاس:	قائد احرار جانشین امیر شریعت کے انتقال پر دار بنی ہاشم میں تعزیتی جلسہ	مہدی معاویہ	۱۱
(نظم)	مثیلِ بوذر	سید محمد یونس بخاری	۱۳
نقد و نظر:	خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے!	سید محمد کفیل بخاری	۱۴
خطاب:	جانشین امیر شریعت کا خیر المدارس میں معرکہ آرا خطاب	مہدی معاویہ	۱۶
قلم برداشتہ:	خبرم رسیدہ امشب کہ تو باز خواہی آمد	سید عطاء المحسن بخاری	۱۸
دین و دانش.	ختم نبوت	"	۲۹
یادرفتگاں:	دل کی دل ہی میں رہی! (بیاد مولانا محمد سعید الرحمن علوی رحمہ اللہ)	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی (لندن)	۳۲
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس	عبداللطیف خالد چیمہ	۳۵
دین و دنیا:	دینی مسائل	ادارہ	۳۷
تجزیہ:	اسلامی انقلاب اور فلسفۂ اتحاد (ڈاکٹر اسرار احمد کی خدمت میں چند معروضات)	سید عطاء المحسن بخاری	۳۸
شاعری:	نذرانۂ عقیدت (نعت)	احسان قادری	۴۲
" :	زندگی کا دشمن (نظم)	حبیب الرحمٰن بٹالوی	۴۳
" :	رنگِ سخن (نظم)	پروفیسر اکرام تائب	۴۴
" :	غزل	پروفیسر خالد شبیر احمد	۴۵
ترحیم:	مسافرینِ آخرت	ادارہ	۴۶

قائد احرار، جانشینِ امیر شریعت

حضرت مولانا سید اَبُو مُعاویہ ابوذر بخاری کا سانحہ ارتحال

ہمارے مشفق و مربی، قائد احرار، جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری تقریباً ستر برس کی عمر میں ۲۷، ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۳، ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۵ء پیر اور منگل کی درمیانی شب دس بج کر چالیس منٹ پر اپنے خالق حقیقی سے جاملے، اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت شاہ جی رحمہ اللہ صحیح معنوں میں اپنے عظیم والد کے جانشین تھے۔ وہ اپنے کردار و عمل میں اسلاف کی تصویر تھے۔ وہ فکر احرار کے سچے وارث و امین تھے۔ انہوں نے ایک بھرپور زندگی گزاری اور حیاتِ مستعار کو تبلیغِ دین کے لئے وقف کئے رکھا۔ حضرت شاہ جی، ۱۳ دسمبر ۱۹۲۶ء کو امرتسر کے محلہ کڑہ مہاسنگ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ والدہ ماجدہ سے تعلیم قرآن کریم کا آغاز کیا اور پھر اپنے وقت کے جید قاری و عالم حضرت قاری کریم بخش رحمہ اللہ سے قرآن کریم حفظ کیا۔ ۱۹۳۹ء میں مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں داخل ہوئے۔ تعلیم کے آخری سال تقسیمِ ملک کا معاملہ پیش آگیا۔ چنانچہ ان کا ایک تعلیمی سال ضائع ہوگیا۔ ۱۹۴۸ء میں خیر المدارس ملتان میں منتقل ہوا تو وہ سند فراغ حاصل کرنے والی پہلی جماعت میں شامل تھے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا اور ان کی خاص شفقتوں، عنایات اور توجہات کا مرکز و محور رہے۔ استاذ محترم کے حکم سے خیر المدارس ملتان میں چند برس ادب اور فقہ کے اسباق بھی پڑھائے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے محلہ کی مسجد عائشہ میں "مدرسہ حریت اسلامیہ" کے نام سے قائم کیا۔ پھر اپنی جگہ مل گئی تو اس میں "مدرسہ احرارِ اسلام" قائم کیا۔ اسی مدرسہ میں "معاویہ سیکنڈری سکول" بھی قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نہایت اعلیٰ علمی و ادبی ذوق عطا فرمایا تھا۔ اپنے اسی ذوق کی تحریک پر انہوں نے ۱۹۵۰ء میں ایک ادبی تنظیم "نَادِیَۃ الْاَدَبُ الْاِسْلَامِی" قائم کی۔ انکی علمی وجاہت، وسعت مطالعہ، سحر طراز شخصیت اور بے پناہ صلاحیتوں کی وجہ سے پڑھے لکھے اور باشعور نوجوان علماء کا ایک حلقہ ان کے گرد جمع ہوگیا۔ "نادیۃ الاَدَبُ الاسلامی" میں ایسے ہی لوگ شامل تھے۔ اس تنظیم کے تحت ایک معیاری ادبی مجلہ سہ ماہی "مستقبل" جاری کیا۔ مستقبل میں شامل ان کی نگارشات اور ان کے رفقاء فکر کی تحریری کاوشوں سے ایک زمانہ متاثر ہوا، ایک نسل نے ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کیا اور اہل دانش نے خراجِ تحسین پیش کیا۔ پھر سہ روزہ "مزدور" جاری کیا، مزدوروں کے حقوق کے لئے "اسلامک ٹریڈ یونین بنائی" اور اسلام میں مزدوروں کے حقوق و فرائض کے حوالے سے ایک وقیع علمی مقالہ "اسلام اور مزدور" کے عنوان سے لکھا۔ پھر کسانوں کے حقوق کے لئے "اسلامی کسان کمیٹی" بنائی "اسلام اور کسان" کے عنوان سے تحقیقی مضمون لکھا۔ مجلس احرار اسلام کے ترجمان روزنامہ "آزاد" لاہور میں ان کے نثری شہ پارے، نظمیں اور

غزلیں شائع ہوتی رہیں۔ احرار کے ایک اور ترجمان روزنامہ "نوائے پاکستان" کے شعبہ ادارت کے رکن رکین رہے اور ان کی نگارشات اسمیں بھی شائع ہوتی رہیں۔ مولانا مجاہد الحسینی شاہ جی کے رفیق خاص تھے۔ ان کی ادارت میں شائع ہونے والے اخبار "غریب" میں بھی اُن کے قلم سے بعض مضامین نکلے ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں روپوش رہ کر کام کرنے والوں میں مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کے بعد وہ دوسرے آدمی تھے جنھوں نے روپوشی کے ایام میں تحریک کے اسیر رہنماؤں سے جیل میں رابطہ قائم رکھا اور ان کی ہدایات پر عمل پیرا ہو کر تحفظ ختم نبوت کا محاذ سرگرم رکھا۔ حکومتِ پاکستان اپنی ساری کوششوں کے باوجود انہیں گرفتار نہ کر سکی۔ ۱۹۶۰ء میں مرشد گرامی حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہ نے خلعت خلافت عطاء فرمائی۔ ۱۹۶۱ء میں حج کی درخواست منظور ہوئی مگر والد ماجد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی شدید علالت کے باعث سفرِ حج ملتوی کر دیا۔ پھر اپنی شدید خواہش کے باوجود وسائل نہ ہونے کی وجہ سے وہ تمام عمر حج نہ کر سکے۔ ۱۹۶۱ء میں ہی حضرت امیر شریعت کا انتقال ہو گیا۔ مجلس احرار اسلام پر ان دنوں پابندی تھی۔ آپ نے "مجلس خدام صحابہ" کی بنیاد رکھی اور اس کے ساتھ ساتھ جماعت کے شعبہ تبلیغ "تحفظ ختم نبوت" کے محاذ پر داد شجاعت دیتے رہے۔ اُنہی دنوں ملتان میں ہفتہ وار درس قرآن کریم کا آغاز کیا اور علم و عرفان کے موتی بکھیرتے رہے۔ تب ان کا عہدِ شباب تھا اور اس دور کے دُروس میں نوجوانوں کا ایک جمِ غفیر اُن کے گرد جمع ہو گیا۔ سینکڑوں نوجوانوں کی زندگیاں بدل گئیں اور ان کے افکار و عقائد کی اصلاح ہوئی۔ ۱۹۶۲ء میں سیاسی جماعتوں سے پابندیاں ختم ہوئیں تو مجلس احرار اسلام کی تنظیم نو کے لئے متحرک ہو گئے۔ اس وقت شیخ حسام الدین رحمہ اللہ احرار کے قائد تھے۔ اُنہی کی قیادت میں بقاء احرار کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔ ۱۹۶۸ء میں مجلس احرار اسلام کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ آپ نے جماعت کا منشور اور دستور لکھا جو ان کی علمی صلاحیتوں کا شاہکار ہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں احرار کی روایات کے ساتھ قائدانہ کردار اداء کیا۔ ۱۹۷۵ء میں جماعت کے مرکزی امیر چن لئے گئے اور ۸۲ء تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ ۲۶ فروری ۱۹۷۶ء کو دارالکفر والارتداد "ربوہ" میں تاریخ میں پہلی بار اجتماع جمعہ منعقد کیا اور مسلمانوں کی پہلی مسجد، "جامع مسجد احرار" کا سنگِ بنیاد رکھا۔ ۱۹۹۰ء میں فالج کا حملہ ہوا، اس کے بعد مسلسل مختلف عوارض کا شکار ہوتے رہے۔ گزشتہ دو سالوں سے بیماری نے شدّت اختیار کر لی اور فالج کے تقریباً تین حملوں سے انکی صحت تباہ ہو گئی اور پھر وہ بسترِ علالت سے اٹھ نہ سکے۔ بالآخر ۲۴ اکتوبر کو یہ آفتابِ علم اُفق کے اُس پار چلا گیا جہاں سے لوٹ کر کبھی کوئی نہیں آیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ۔ احرار کی متاعِ عزیز تھے۔ وہ ایک مفکر اور جید عالم دین تھے۔ شعر و ادب اور خطابت میں انہیں جو مقام و مرتبہ حاصل ہوا وہ اسمیں یکتا تھے۔ انہیں مجلس احرار اسلام سے لازوال محبت تھی۔ وہ مجلس احرار اسلام کو شہداء ختم نبوت کی وراثت اور نشانی سمجھتے تھے۔ ان کا عزم تھا کہ وہ اس چراغ کی لو کو کبھی مدھم نہ ہونے دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے دوستوں کی بے وفائیوں، ہم عصروں کی چیرہ دستیوں اور سازشوں کے علی الرغم احرار کا علم بلند رکھا۔

انہوں نے تصنیف و تالیف کے میدان میں اپنی خداداد صلاحیتوں کے جوہر دکھائے اور پچاس کے قریب تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ تاریخ، علم الانساب، ادب، لغت، سیرت رسول ﷺ اور سیرتِ ازواج و اصحابِ رسول علیہم السلام ان کے خاص موضوعات تھے۔ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے پاکستان میں ۱۹۶۱ء میں یوم معاویہ رضی اللہ عنہ کا جلسہ منعقد کیا اور اس کے لئے بعض نادان دوستوں اور دانا دشمنوں کی شدید مزاحمت کے مقابلے میں کوہ استقامت بن گئے۔ پاکستان کی تاریخ میں وہ دفاعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تحریک کی پہلی منظم اور طاقتور آواز تھے۔ وہ اپنے مؤقف کے اظہار کے لئے کبھی کسی سے مرعوب نہ ہوئے۔ جس بات کو حق سمجھا اُسے بلا خوفِ تردید بیان کیا۔ جانشینِ امیر شریعت رحمہ اللہ کے سانحۂ ارتحال سے ملک کے دینی حلقوں کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ خاص طور پر مجلس احرار اسلام کے کارکن اپنے فکری محسن و مربی اور قائد کی شفقتوں سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے ہیں۔ اب ہمارے کان ان کی صداء حق سننے کے لئے ہمیشہ ترستے رہیں گے۔ احرار کارکن شاہ جی کی جدائی کے غم سے نڈھال ضرور ہیں مگر ان کا یہ عزم مصمم ہے کہ وہ شاہ جی کے روشن کئے ہوئے چراغ کو گل نہ ہونے دیں گے۔ اور اسی عزم و ہمت کے ساتھ حق و صداقت کا علم بلند رکھیں گے (انشاء اللہ)

حضرت شاہ جی رحمہ اللہ کی اولاد میں صرف دو بیٹے ہیں۔ حافظ سید محمد معاویہ بخاری، اور سید محمد مغیرہ بخاری۔ مجلس احرار اسلام کے تمام کارکن شاہ جی کے فرزندوں اور ان کی بیوہ کے غم میں شریک ہیں اور وہ بجائے خود تعزیت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے، اس عظیم صدمہ پر صبر جمیل عطا فرمائے اور اپنے عظیم والد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دین کی خدمت کی توفیق عطاء فرمائے (آمین) یقیناً اس سے ان کی روح کو تسکین ہوگی۔

ادارہ نقیب ختم نبوت حضرت جانشین امیر شریعت کی شخصیت پر عنقریب اپنی خاص اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے مضامین جلد از جلد ادارہ کو ارسال فرمائیں۔

موجودہ پرچہ حضرت شاہ جی کے سانحہ ارتحال کی وجہ سے بہت تاخیر کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ اس تاخیر پر ہم اپنے قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔

فوجی افسروں کی گرفتاری

پاکستان میں امریکی مداخلت کے نتائج اور دینی جماعتوں کی ذمہ داری

۱۱ اکتوبر کو سینیٹر طارق چودھری نے ایک پریس کانفرنس میں یہ انکشاف کر کے سیاسی حلقوں میں کھلبلی مچا دی کہ ملک کے موجودہ حالات بہتر نہ کئے گئے تو چند دنوں بعد کچھ لوگ سیاست دانوں کی لاشوں پر کھڑے ہوں گے۔ انہوں نے چھ اعلیٰ فوجی افسروں کی گرفتاری کا تذکرہ بھی کیا۔ چنانچہ ۱۴ اکتوبر کو وزیرِ اعظم نے فوجی افسروں کی گرفتاری کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ تحقیقات مکمل ہونے تک وہ اس پر کوئی تبصرہ نہیں کریں

گی۔ چنانچہ اخبارات میں جو خبریں شائع ہوئیں یا شائع کرائی گئیں ان میں بغاوت کا تأثر دیا گیا اور انفنٹری کے میجر جنرل ظہیر الاسلام اور جنرل مستنصر باللہ کے نام اہمیت کے ساتھ منظرِ عام پر آئے۔ فوج پاکستان کا سب سے اہم ترین ادارہ ہے اور ظاہری اسباب میں ملک کے دفاع کا انحصار اسی ادارہ پر ہے۔ ہر محب وطن اس حوالے سے مبہم معلومات پر حیران اور مضطرب ہے۔ بعد میں اخبارات کے ذریعے وقفے وقفے سے بہت سی تفصیلات بھی سامنے آئیں جن سے اس واقعہ کے پس منظر اور پیش منظر کو سمجھنے میں کوئی مشکل باقی نہیں رہی۔ جنرل ضیاء الحق شہید نے ایمان، تقویٰ اور جہاد کو فوج کا ماٹو بنایا اور دینی حوالے سے فوج میں خاصا کام کیا جس کے اثرات پیدا ہونا فطری امر ہے۔ جو لوگ اس نعرہ پر غیر متزلزل یقین رکھتے ہیں انہیں امریکی سامراج اور اسکے اعوان و انصار "بنیاد پرست" کہتے ہیں۔ اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب ہماری موجودہ وزیرِ اعظم امریکہ کو اس بات کی یقین دہانی کرا رہی تھیں کہ وہ پاکستان سے بنیاد پرستوں کو ختم کر دیں گی۔

تازہ خبروں کے مطابق چند افسروں کو جبری ریٹائرڈ کر دیا گیا ہے اور باقی تفتیش کے مراحل میں..... ہم سمجھتے ہیں کہ اس طرح فوج کا دینی تشخص ختم نہیں کیا جا سکتا۔ جو چنگاری آج سلگی ہے کل وہ شعلہ بن سکتی ہے۔ امریکہ جس طرح ہمارے اندرونی معاملات میں دخیل ہو چکا ہے ہر محب وطن کی طرف سے اس کے خلاف ردِ عمل فطری اور دینی غیرت کا تقاضا ہے۔ ایک فوج کیا، ہماری مقننہ، عدلیہ، سیاست، معیشت، غرض ہر شعبہ میں امریکی مداخلت روز بہ روز بڑھ رہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمام شعبوں کے محب وطن افراد اس طرزِ عمل پر مضطرب و بے چین ہیں۔ ادارے تباہ ہو رہے ہیں، ملک کا سکون اجڑ گیا ہے، میڈیا پر کفر و الحاد کی علانیہ دعوت دی جا رہی ہے، ورلڈ بینک نے ہماری معیشت جام کر دی ہے۔ پاکستان کا ہر باشندہ غیر ملکی قرضوں میں جکڑا ہوا ہے۔ ان حالات میں ہر باشعور شہری بے چین اور پریشان ہے اگر ہمارے سیاست دان اور حکمران اسی طرح امریکی سامراج کی چاکری کرتے رہے تو ملکی سلامتی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔

ان مایوس کن حالات کے ردِ عمل میں محب وطن عناصر، اخوان المسلمین، اسلامک سالویشن فرنٹ، اور دیگر اسلامی جہادی تنظیموں کا طرزِ عمل اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے۔ دینی حلقوں میں سوچ کی نئی لہر پیدا ہو رہی ہے اور اس کے نتائج سے حکمران بخوبی آگاہ ہیں۔

نومبر میں پاکستان کی مختلف دینی جماعتوں نے پنجاب میں جو بڑے بڑے اجتماعات کئے ہیں وہ اپنے نتائج سے خالی نہیں ہیں۔ دعوت اسلامی، تنظیم اسلامی، جماعت اسلامی، دعوت وارشاد، سنی کنونشن، اور تبلیغی اجتماع بہر حال اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ دینی جماعتوں کے قائدین سے ہماری گزارش ہے کہ وہ ان اجتماعات کو بامقصد بنائیں اور اتفاق و اتحاد کی فضاء پیدا کر کے نفاذ اسلام کے عظیم مقصد کی خاطر گروہی اور مسلکی مفادات کو قربان کر لیں، وہ لادین سیاست دانوں کے چنگل سے نکلیں اور انکے غیر فطری اتحادوں سے اپنا دامن پاک کریں تو ان شاء اللہ حق غالب ہو کر رہے گا اور باطل ذلیل و رسوا۔

بیادِ جانشینِ امیرِ شریعت

سید عطاء المحسن بخاری

مولانا سید ابو ذر بخاری ----- اِک ضربِ یدُ اللّٰهی!

۲۴ اکتوبر کو سورج گرہن تھا۔ "جدید دانش" والے دور دور سے سورج کا مجروح چہرہ دیکھنے کے لئے اکٹھے ہو رہے تھے لیکن کچھ دل افسردہ، چہرے پژمردہ اور آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی فرشِ خاک پر گرا رہے تھے، سسکیاں لے رہے تھے، غم واندوہ سے نڈھال ہو رہے تھے، رنج و حزن کی جامد تصویر بنے ہوئے تھے۔ دیکھنے والوں نے پوچھا کیا ماجرا ہے؟ غم میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی چیخیں ہی تو نکل گئیں۔ فرطِ جذبات سے رندھی ہوئی آواز میں کہا..... آج رات ہمارا چاند گہنا گیا ہے۔ اسکا روشن چہرہ دیکھنے کے لئے ہم غم کے مارے آ گئے ہیں۔ آج مجلس احرار کے سرخ پھریرے کی سرخی بجھی بجھی ہے۔ آج امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے جانشین، فکرِ صحابہؓ کے امین و وارث، ہم سب کو چھوڑ کر ہم سے بہتر و برتر اسلاف سے جاملے ہیں۔ آج سید ابو معاویہ ابوذر بخاری (نور اللہ مرقدہ) اپنے اللہ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ آج حضرت بخاری (رحمہ اللہ) اپنی اصل (مٹی) کی طرف لوٹ گئے ہیں۔ آج "شاہ جی" امر ہو گئے ہیں۔ آج "حافظ جی" اللہ جل شانہ کی رضا پر راضی ہو گئے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں لوگوں کو مقام صحابہ، قرآن و تاریخ کی روشنی میں سمجھانے والا، خود ایک سمجھ نہ آنے والی دنیا میں چلا گیا ہے۔ وہ وہاں چلا گیا ہے جہاں سے لوٹ کر کبھی کوئی نہیں آیا۔ وہ امرتسر (کٹڑہ مہاسنگھ) میں ۱۳ دسمبر ۱۹۲۶ء میں وہیں سے آئے تھے اور ۲۴ اکتوبر ۹۵ء میں پھر وہاں جا پہنچے ہیں۔ بہت لمبا سفر کیا، بہت منزلیں طے کیں۔ حضرت قاری کریم بخش رحمہ اللہ سے امرتسر میں قرآن کریم حفظ کیا۔ اور ۱۹۳۹ء میں چودہ برس کی عمر میں مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں چلے گئے۔ استاذ گرامی حضرت مولانا خیر محمد نے استقبال کیا۔ اور ان کے والد سے فرمایا

"ہم میاں بیوی نے تو اللہ سے مانگ کر آپ کا یہ بیٹا لیا ہے۔ یہ اور کہیں نہیں جا سکتا"۔

تقسیم کے بعد جب خیر المدارس جالندھر سے ملتان منتقل ہوا تو اس نقل مکانی اور افراتفری کی ملکی تقسیم نے انکا ایک تعلیمی سال ضائع کر دیا۔ ۴۸ء میں سند ملی۔ آپ نے علم و ادب اور تاریخ کو اپنا پسندیدہ موضوع بنایا اور بیس برس تک مطالعۂ کتب میں غوطہ زن رہے۔ صحافت، شاعری، افسانہ، مطالعۂ مذاہب، تقریر، بیان تفسیر، علم لغت، علم الانساب ہر وادیٔ سخن اور ہر میدانِ علم میں جوہر دکھائے اور ہم عصروں سے داد پائی۔ سہ ماہی مستقبل، سہ روزہ مزدور، روزنامہ آزاد، روزنامہ نوائے پاکستان اور پندرہ

روزنامہ الاحرار کی فائلوں میں ان کی تلخ نوائی سنی جاسکتی ہے اور انکے بانکے قلم کی پھبن دیکھی جاسکتی ہے!

مدرسہ حُریّت اسلامیہ، مدرسہ احرار الاسلام اور مدرسہ خیر المدارس ملتان میں تدریس بھی کی۔ انکے شاگردوں میں بہت سے نامور علماء ہیں۔ جو مختلف مدارس میں تدریس میں مصروف ہیں۔ دینی مدارس کے نصاب تعلیم کے بارے میں جس تبدیلی کے لئے انہوں نے ۵۶ء میں کوششوں کا آغاز کیا تھا وفاق المدارس اب اس نہج پر سوچ رہا ہے۔ مدارس عربیہ کی نشاۃِ ثانیہ شاہ ولی اللہ کی فکر کی روشنی میں...... انکی زبردست خواہش تھی۔ وہ فرمایا کرتے تھے.........

"شاہ ولی اللہ سے عطاء اللہ شاہ تک (رحمہما اللہ) مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لئے جدوجہد کرنے والوں کا ایک عظیم سلسلہ ہے جو صحابہ کرام کے نقشِ اوّل کی اساس پر قائم ہے اگر ہم لوگ اس سلسلے کو بقاو ارتقاء کی منزلوں تک پہنچائیں تو اس عہد میں یہ نقشِ ثانی ہوگا۔"

کاش ہماری یہ حسین تمنا بر آئے اور ہم تمناؤں کے اس شاہکار کو دیکھ پائیں۔

مگر، ام للانسان ما تمنیٰ! (کیا انسان کی تمنائیں بھی پوری ہوتی ہیں؟) پاکستان کی تاریخ میں وہ پہلے آدمی تھے جنھوں نے جمہوریت کو مشرف با سلام کرنے والے علماء کی سیاسی رائے سے بھرپور اختلاف کیا اور فتنۂ جمہوریت کے مشرکانہ برگ و بار سے قوم کو خوب خوب آگاہ کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

"بعض فریب خوردہ علماء اور جماعتیں برسوں تک ہماری غریب جماعت مجلسِ احرار اسلام کا حسبِ سابق مذاق اڑاتے رہے۔ اور ہمارے ساتھ اس بحث میں مصروف رہے کہ آپ پہلے جمہوریت بحال کرالیں پھر اسلام آجائے گا۔ میں آج بھی کہتا ہوں کہ اسلام کو جمہوریت کی چادر میں لپیٹ کر لانے والو! تم نے دس سال تک جمہوریت کے نام پر اسلام کو رسوا کیا، اسلام نہیں آیا۔ پھر دس سال تک جمہوریت کو ڈکٹیٹر شپ کی گود میں پالنے والوں نے ڈکٹیٹری کا بیوپار کیا۔ جمہوریت تو نہ آئی مگر ڈکٹیٹر شپ آگئی۔ پھر ڈکٹیٹر شپ کو ہٹانے کے لئے ایک اور ڈکٹیٹر آگیا۔ صدارت بھی گئی اور جمہوریت بھی.....! اسلام پھر یتیم اور مظلوم......!

بد نصیب ہیں وہ علماء وہ دینی جماعتیں اور انکے سیاسی لیڈر جو اسلام کی بجائے جمہوریت کا پرچم اٹھائے پھرے، قیادت کا راگ الاپتے رہے لیکن مسلمانوں کی قدر مشترک، اجتماعیت کے نشان اور مرکزیت کی علامت ختم نبوت کے لئے ان کو اکٹھا ہونا یاد نہ رہا۔ آج وہ اپنی آنکھوں سے جمہوریت کا حشر دیکھ چکے۔ انہوں نے پہلے جمہوریت کے نام پر اسلام کو برباد کیا۔ پھر ڈکٹیٹر شپ آئی اور ڈکٹیٹر شپ کے بعد اب پھر جمہوریت کا راگ الاپا جارہا ہے۔

آج سن لو! جب تک اسلام کو اسلام کے نام سے نہیں لایا جائے گا۔ اسلام نہیں آئے گا۔ اسلام کفر کے سہاروں کا محتاج نہیں، کوئی کافرانہ جمہوریت، امریکی صدارتی نظام، برطانوی پارلیمانی نظام،

سی ماؤ، لینن وسٹالن کا کفریہ نظام سوشلزم اور کمیونزم، اسلام کو نہیں لاسکتا۔ اسلام اپنے نام سے آئے گا اور کفر اپنے نام سے۔ جب تک اس سیاسی ناٹک اور فریب کا پردہ چاک نہیں کیا جائے گا، یہ مغالطہ ختم نہیں کیا جائے گا۔ مداریوں کی ان پٹاریوں کو کھول کر عوام کے سامنے عریاں نہیں کیا جائے گا۔ جب تک آپ کی قوتِ فکر و عمل ایک نہیں ہوگی، تمام مکاتبِ فکر اسلام کے دستور پر اکٹھے نہیں ہوں گے اسلام نہیں آئے گا۔

جب تک آپ ختم نبوت کے بین الافاقی و بین الاقوامی مشترکہ مقصد کے تحت متحد ہو کر کفر پر ضربِ کاری نہیں لگائیں گے، اس ملک میں کیا دنیا میں کسی بھی جگہ اسلامی انقلاب نہیں آسکتا۔ آپ لکھ رکھیں، آپکی مساجد باقی نہیں چھوڑی جائیں گی، مدارس چھین لیے جائیں گے۔ بخارا اور تاشقند کی یاد تازہ کرنے کا پروگرام آؤٹ ہوچکا ہے۔ مولویوں کی لاشیں حجروں سے برآمد کی جائیں گی۔ سب کچھ دھیرے دھیرے لایا جارہا ہے۔ جنھوں نے نہیں سنا وہ سن لیں اور جو سن کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے بیٹھے ہیں وہ سوچ لیں۔ ہم نے اپنا فرض ادا کردیا ہے۔ کل اگر تم پر کوئی مصیبت اور عتاب آیا تو ہم جس طرح پہلے اس مسئلہ میں پاکدامن تھے آئندہ بھی ہمارا دامن ان اعتراضات سے پاک ہوگا۔

(خطاب شرکاء جلوس، احرار کانفرنس چنیوٹ)

۲۴ مارچ ۱۹۷۲ء"

آپ پاکستان کو پنجابی، سندھی، بلوچی اور سرحدی انگریزوں اور جاگیردار اشرافیہ سے نجات دلانا چاہتے تھے۔ آپ نے اس عظیم کام کے لئے ۱۹۶۹ء میں "عوامی اسلامی متحدہ محاذ" بنایا اور خود کوئی عہدہ لینے سے انکار کردیا۔ آپ کی جدوجہد تھی کہ پاکستان یورپ کے اندھے مقلدوں کے نرغے سے نکل جائے۔ ان کے نزدیک یہ اس وقت تک ممکن نہیں تھا جب تک دینی قوتیں متحد ہو کر ضربِ یداللہی نہیں بن جاتیں!"

حضرت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری آج ہم میں نہیں ہیں مگر ان کا پڑھایا ہوا سبق...... جو جذبۂ صدیقی، درّۂ فاروقی، انفاقِ عثمانی، قضاء علی، تدبر حسنی، غیرتِ حسینی اور حلمِ معاویہ سے عبارت ہے...... ہم میں موجود ہے یہ رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔

ان کا اپنا شعر ہے کہ

ہم نقیبِ خلوص و اسیرِ وفا، ہم نے معیارِ الفت دوبالا کیا
روئیں گے یاد کر کر کے اہلِ نظر، کارنامے ہم ایسے بھی کر جائیں گے

اظہارِ تعزیت — ادارہ

ہر دل اُداس ـــــ ہر آنکھ نم

قائد احرار، جانشینِ امیرِ شریعت
حضرت مولانا سیّد ابومعاویہ ابوذر بخاری کا سانحۂ ارتحال

قائدِ احرار، جانشین امیرِ شریعت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری کے سانحۂ ارتحال پر تعزیت کا سلسلہ جاری ہے۔ ـــــــ مجلسِ تحفظ ختم نبوت کے سربراہ حضرت مولانا خان محمد (سجادہ نشین کندیاں شریف) نے حضرت مولانا ابوذر بخاری کے بھائیوں اور فرزندوں سے تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ اس دور میں ان کی علمی وجاہت اور روحانی عظمت کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ وہ اپنی ذات میں ایک ادارہ اور ایک عہد تھے۔ میرے ساتھ اُن کا تعلق محبت واخلاص پر مبنی تھا اور وہ مجھ پر خاص شفقت فرماتے تھے۔

حضرت مولانا محمد مکی حجازی (مُدرس مسجد الحرام) نے مکہ مکرمہ سے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ حضرت ابوذر بخاری رحمہ اللہ اپنے عظیم والد حضرت امیر شریعت کے صحیح جانشین تھے۔ وہ ایک جیّد عالم دین اور واقفِ احکام واسرارِ شریعت تھے۔ ان کی تمام زندگی اعلاء حق اور ردّ فرقِ ضالہ میں گزری۔

سپاہ صحابہ پاکستان کے مرکزی قائد مولانا محمد اعظم طارق (ایم۔ این۔ اے)، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا سلطان محمود ضیاء نے حضرت مولانا کی وفات کو ایک عظیم سانحہ قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایک مشفق اور مربی سے محروم ہو گئے ہیں۔ حضرت مولانا بجا طور پر امام اہلسنت تھے۔ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ مساجد کے چیئرمین مولانا محمد اسلم صدیقی نے حضرت مولانا کے پسماندگان سے تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ ایک عظیم درویش اور سچے عالم دین کی رحلت سے دینی حلقوں میں ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم مولانا حبیب اللہ مختار، تنظیم اہل سنت پاکستان کے سربراہ علامہ عبدالستار تونسوی اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے اپنے تعزیتی پیغامات میں کہا ہے حضرت مولانا ابوذر بخاری نے قرآن و سنت اور اسوۂ صحابہؓ کی روشنی میں جو اصول و عقائد اختیار کئے وہ تادم واپسیں پوری استقامت کے ساتھ ان پر کاربند رہے وہ صحیح معنوں میں اہل سنت کے بے باک ترجمان، محقق اور عظیم دینی مفکر تھے۔

۲۶ اکتوبر کو پاکستان مسلم لیگ کے نائب صدر محمد اعجاز الحق نے دارِ بنی ہاشم میں مولانا سید عطاء المحسن بخاری سے ملاقات کی اور مجلس احرار اسلام کے قائد مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری کے انتقال پر اظہار تعزیت کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت مولانا کی رحلت سے قوم ایک جیّد عالم دین، محقق اور دینی قائد سے محروم ہو گئی ہے۔ نذیر احمد غازی (سابق اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب) نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ مولانا ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے منکرینِ ختم نبوت کو کیفر کردار تک پہنچانے میں تاریخی کردار ادا کیا تھا۔ ان کی جدائی تادیر محسوس کی جاتی رہے گی۔

مہدی معاویہ

قائد احرار، جانشین امیرِ شریعت کے انتقال پر
دارِ بنی ہاشم میں تعزیتی جلسہ

۲۴ اکتوبر کو بعد نمازِ عشاء دار بنی ہاشم میں حضرت ابوذر بخاری کی یاد میں ایک بہت بڑا تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا، جس میں ملک بھر سے آئے ہوئے مولانا کے عقیدت مندوں اور مجلس احرارِ اسلام کے کارکنوں نے شرکت کی۔ جلسہ میں مختلف جماعتوں کے قائدین اور دانشوروں نے اظہار خیال کرتے ہوئے حضرت ابوذر بخاری رحمہ اللہ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ مقررین نے کہا کہ حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی رحلت سے علم و دانش اور خطابت و سیادت کی مسند ویران ہو گئی ہے۔ ایسے لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اور ادب کے حوالہ سے ان کی خدمات کبھی بھلائی نہ جا سکیں گی۔ حضرت مولانا کے بھائی، مولانا سید عطاء المحسن بخاری نے کہا کہ مولانا ابوذر بخاری نے ساری زندگی مجاہدانہ شان اور فقیرانہ آن کے ساتھ بسر کی۔ وہ علم و تقویٰ اور جرأت و قربانی کا مجسمہ تھے۔ پاکستان میں لادین سیاست کے خلاف سب سے پہلی، سب سے مؤثر اور سب سے منظم فکری تحریک انہوں نے پیدا کی۔ انہوں نے شہرت، اقتدار اور آسائش کو ٹھکراتے ہوئے ہمیشہ دینی غیرت اور علمی دیانت کی تابناک مثال قائم کی۔

حضرت ابوذر بخاری کے فرزند سید محمد معاویہ بخاری نے کہا کہ میرے والد مرحوم کا مشن ہمیشہ زندہ رہے گا۔ انہوں نے تمام عمر تحفظِ مقام و منصبِ صحابہ کی جدوجہد میں بتادی۔ ان کی جلائی ہوئی شمع روشن رہے گی اور ہمارے ایمان منور کرتی رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ شخصیت کا نقش جمانا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ میرے والد ماجد مرحوم نے اپنی شخصیت کا دینی نقش جن دلوں پر قائم کیا ہے وہ کبھی محو نہ ہوگا۔

پروفیسر خالد شبیر احمد نے کہا کہ حضرت ابوذر بخاری نے پوری زندگی عقیدے اور نظریے کی جنگ لڑی۔ اشتراکیت، جمہوریت اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف انہوں نے تنہا وہ کام کیا جو کئی صدیوں میں کئی ادارے بمشکل کر پائیں گے۔ بزرگ صحافی اور مصنف اور حضرت بخاری مرحوم کے ہم درس وہم عصر مولانا مجاہد الحسینی نے کہا کہ ادب اور صحافت کے محاذ پر قیام پاکستان کے بعد حضرت ابوذر بخاری نے ہی لادین عناصر کو سب سے پہلے للکارا۔ وہ عربی، فارسی اور اردو میں جو قیمتی سرمایہ چھوڑ گئے ہیں، اس سے آئندہ کئی نسلیں استفادہ کریں گی۔ جماعت اسلامی کے رہنما ملک وزیر غازی ایڈووکیٹ نے کہا کہ حضرت ابوذر بخاری، اپنے والد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حریت فکر اور استقامت کردار کے سچے وارث تھے۔ ان کے جنازہ میں بے پناہ ہجوم کو دیکھ کر یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوئی کہ حضرت امیرِ شریعت کے انتقال کے ۳۵ برس بعد بھی ان کا نام اور کام زندہ ہے۔ سپاہِ صحابہ کے رہنما مولانا سلطان محمود ضیاء نے کہا کہ حضرت ابوذر بخاری نے صحابہ کرامؓ کے مشن کو زندہ رکھا۔ وہ اس عہد میں صحابہ کے مشن

کے سب سے بڑے علم بردار تھے۔ صحابہ کے مقام و منصب کے تحفظ اور ان کی سیرت و سوانح کو بیان کرنے میں حضرت ابوذر بخاری اپنے عہد میں ممتاز اور منفرد ہیں۔ جامعہ خیر المدارس کے مہتمم قاری محمد حنیف جالندھری نے کہا کہ حضرت ابوذر بخاری کی زندگی ایک بیدار مغز، باخدا، اولوالعزم اور انقلابی قائد کی زندگی تھی۔ وہ علماء حق کی عظیم روایات کے عظیم وارث تھے۔ جماعت اسلامی کے راؤ ظفر اقبال نے کہا کہ حضرت ابوذر بخاری کی رحلت پوری ملت اسلامیہ کا نقصان ہے۔ مولانا سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ حضرت ابوذر بخاری نے عمر بھر استحصالی افکار و نظریات کا توڑ پیدا کیا اور اسلامی اصول و عقائد کی خالص دینی جدوجہد کی۔ انہوں نے انسانی نظاموں کے خاتمہ اور الٰہی نظام کی بقاء و نفاذ کے لئے زبردست محنت کی۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ حضرت ابوذر بخاری کی دینی بصیرت مجتہدانہ اور ان کی حیات و خدمات مجددانہ ہیں۔ انہوں نے چالیس سال کی مسلسل محنت سے ایک نظریے، ایک عقیدے اور ایک فکر کی آبیاری کی۔ اور ان کی محنت کا ماحصل اسلام کو ایک زندہ حقیقت اور سچے دین کے طور پر نئی نسل کے دلوں میں جاگزیں کرنا تھا۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ حضرت ابوذر بخاری نے دینی جدوجہد میں مزاحمت کا راستہ اختیار کیا اور مفاہمت کی مذمت کی۔ جلسے سے مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا محمد اسحٰق سلیمی، مولانا محمد مغیرہ، مولانا عبدالحق مجاہد، مولانا محمد یوسف احرار اور دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا۔

مولانا ابوریحان بنام ماسٹر محمد امین

آئندہ شمارے میں محقق اہل سنت قاطع سبائیت مولانا ابوریحان کا تحقیقی مقالہ بجواب ماسٹر محمد امین شائع ہو رہا ہے (انشاء اللہ)۔ ادارہ

قائد احرار، جانشینِ امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری نور اللہ مرقدہ کی یاد میں نقیب کی خاص اشاعت

قارئین نقیبِ ختم نبوت اور تمام احرار کارکنوں سے گزارش ہے کہ قائد احرار جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری نور اللہ مرقدہ کی تقاریر کے کیسٹ، خطوط، آٹوگراف اور تصاویر اگر ان کے پاس محفوظ ہوں تو ادارہ کو مطلع فرمائیں۔ دستاویزی ریکارڈ کی اچھی فوٹو سٹیٹ اور تقاریر کے اچھے کیسٹ ادارہ کو ارسال فرمائیں تو ادارہ ان کے تمام مصارف اداء کرے گا۔ ماہنامہ نقیب ختم نبوت عنقریب جانشینِ امیر شریعت کی شخصیت پر خاص اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے۔ آپ اپنی یادداشتیں اور تأثرات جلد تحریر کر کے ادارہ کو ارسال فرمائیں (ادارہ)

(سید محمد یونس بخاری)

مثیل بوذر

مرے قبیلے کی رسمِ مہر و وفا کا پیکر
مرے بزرگوں کے ذکر و فکرِ خفی جلی کا عظیم وارث
وہ قرنِ اوّل کی عظمتوں کا حسین پر تو
جہانِ علم و عمل کا مہرِ منیر لوگو
وہ ہمت و عزم کا ہمالہ
وہ دانش و حکم کا حوالہ
وہ حلم کی رفعتوں کا ہالہ
شبِ سیہ میں وہ اک اجالا
مؤیّدِ دینِ حق تعالیٰ
وہ ایک درویش ابنِ درویش
جلوتوں میں فلاحِ امت تراشتا تھا
تو خلوتوں میں حقیقتوں کو تلاشتا تھا
وہ کاروانِ وفا و صدق و صفا کا نوشہ
وہ جراتوں کا، جہانِ جہد و غزیٰ کا نغمہ
نبی کے یاروں تمام پیاروں سے پیار کرتا
وہ دامنِ دشمن ہی تار تار کرتا
وہ جدّ و اب کی تمام کیفیتوں کا مظہر
وہ بزمِ عشاقِ سرورِ دیں کا میر و محور
میں اس پہ نازاں مرا برادر رُخِ منور
وہ میری دنیا کو چھوڑ کر اب
جہانِ نو کا مکیں ہوا ہے

مکینِ خلدِ بریں ہوا ہے
مرا برادر بہ نامِ بوذر مثیل بوذر
میں اسکی فرقت میں مضطرب ہوں
میں ایسا ہلکان ہو رہا ہوں
جو اپنی قسمت پہ ناز کرتا تھا
اپنی قسمت پہ رو رہا ہوں

(۲۵ اکتوبر ۱۹۹۵ء ملتان)

سید محمد کفیل بخاری　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　نقد و نظر

خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گِلہ بھی سُن لے........!

معاصر ماہنامہ "الخیر" ملتان کی حالیہ اشاعت میں جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری نور اللہ مرقدہ کا تعزیتی شذرہ مدیر الخیر کے قلم سے نکلا ہے۔ موصوف نے حضرت شاہ جی رحمہ اللہ سے ایک ایسی بات منسوب کی ہے جو انہوں نے کبھی نہیں کہی۔ نہ تقریر میں اور نہ تحریر میں۔ مدیر موصوف نے یہ حرکت خود کی ہے یا کسی "گنبد" سے انہیں اس دجل و تلبیس کی "ہدایت" ملی ہے۔..... جاننے والے خوب جانتے ہیں۔!

حضرت جانشینِ امیرِ شریعت رحمہ اللہ اپنے افکار و نظریات میں بالکل واضح تھے۔ اور انہوں نے یہ حق اپنے والد، استاذ یا مرشد کو بھی نہیں دیا تھا کہ وہ ان کے افکار کی تشریح و تاویل کریں۔ وہ جس بات کو حق سمجھتے اس پر جم جاتے، پوری جرأت سے اس کی ذمہ داری قبول کرتے اور اس کے اظہار و بیان میں وہ کبھی بھی اور کسی سے بھی مرعوب نہیں ہوئے۔ بعض ناعاقبت اندیشوں کے نزدیک یہی اُن کا سب سے بڑا جُرم تھا۔ مگر اُن سے محبت کرنے والوں اور دانشمندوں کے نزدیک یہی اُن کی شخصیت اور علمی وجاہت کا نقش لافانی تھا۔ وہ اپنے عہد کے بڑے لوگوں کی علمی صلاحیتوں اور زہد و تقویٰ کے معترف ضرور تھے مگر اُن سے مرعوب نہیں تھے۔

انہوں نے تمام زندگی اپنا مؤقف کامل انشراحِ صدر کے ساتھ سینکڑوں تقریروں میں بیان کیا اور صفحات میں رقم کیا وہ آخر وقت تک اپنے اس مؤقف پر استقامت کے ساتھ قائم رہے۔ اس مسئلہ میں انہوں نے اپنے والد ماجد، استاذ گرامی اور مرشد کی سندِ اعتماد کے بعد کبھی کسی نومولود "مہکک" کی سند و حمایت کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔

ہمیں افسوس ہے کہ مُدیر "الخیر" نے ایک ایسے موقع پر یہ حرکت کی ہے جب ہمارے دل صدمہ سے چور چور ہیں۔ انہوں نے خانوادۂ امیر شریعت کے خیر المدارس اور خانوادۂ خیر محمد کے ساتھ تعلق و محبت کو بھی ملحوظ نہ رکھا۔ حضرت شاہ جی نے تو مرتے وقت بھی خیر المدارس سے "وفا" کی مگر جو آپ نے لکھا، کیا وہ اس وفا کا صلہ ہے؟ وفا اور خیر کے صلہ میں شر.....؟ ہائے افسوس تم نے خدا کے قرب میں بیٹھ کر غلط بیانی کی.....شاہ جی کی زندگی میں تو آپ سمیت کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ ان کے افکار کی تشریحات و تاویلات کرے اُن کے مرنے کے بعد یہ ضرورت کیوں محسوس کی گئی ہے؟ اس سے قبل "الخیر" محرم الحرام ۱۴۱۶ھ کے شمارے میں بھی ایک مضمون میں اسی قسم کی ژاژ خائی کی گئی اور اسی مضمون کے آخر میں یزید پر لعنت کے جواز کے

حوالے سے "جمہور اہل سنت" کا موقف مدیر الخیر نے شائع کیا پھر اس پر اپنے باطن کی سیاہی مل کر "کتمانِ حق" کی بھرپور کوشش کی مگر حق پھر بھی ظاہر ہو کر رہا۔

حضرت امیرِ شریعت اور جانشینِ امیرِ شریعت رحمہم اللہ کو خیر المدارس اور اکابرِ خیر المدارس سے محبت واخلاص پر مبنی جو دینی تعلق رہا ہے وہی ہمارے مدِ نظر ہے اور اسی لئے ہم نے صرف نظر کیا۔ یہی تعلق آج تک کچھ کہنے، لکھنے میں مانع رہا ہے۔ ملحوظ خاطر رہے کہ شاہ جی رحمہ اللہ کے فکری وارث ہزاروں کی تعداد میں زندہ ہیں اور وہ کسی تقدس مآب کو فکری تلبیس کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ واضح رہے کہ اب جوابِ آں غزل کے لئے ہم اپنا حق بہرحال محفوظ رکھتے ہیں۔ فی الحال ہم ان کی خدمت میں قائد احرار جانشینِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کے اس معرکہ آراء خطاب سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جو انہوں نے ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ مطابق ۵ اپریل ۱۹۸۱ء کو جامعہ خیر المدارس کے سالانہ جلسہ میں قاضی مظہر حسین چک والی صاحب کی متنازع تقریر کے بعد فرمایا۔ امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے موصوف کو اپنی حرکت پر ضرور ندامت ہوگی۔ اور "اکابر و جمہور اہل سنت" کا مسلک بھی ان کی سمجھ میں آجائے گا۔ لیجئے بقائمی ہوش وحواس کھلی آنکھوں سے شاہ جی خطاب پڑھئے۔

احرار ختم نبوت سنٹر کی تعمیر

جدید مرکز احرار دارالعلوم ختم نبوت اور احرار ختم نبوت سنٹر۔ مقابل مرکزی مسجد عثمانیہ، معاویہ چوک، ھاؤسنگ سکیم چیچا وطنی۔ کی تعمیر کا کام جاری ہے ضلع ساہیوال بالخصوص علاقہ چیچا وطنی کے ساتھی خصوصی توجہ فرمائیں۔

رابطہ:۔

دفتر احرار جامع مسجد بلاک نمبر۱۲ چیچا وطنی۔

ناقل: مہدی معاویہ

جامعہ خیر المدارس میں
جانشین امیرِ شریعت کی ایک معرکہ آراء تقریر

بزرگان ملت، علماء کرام مشائخ عظام:

یہ مدرسہ حقیقتاً میرا اپنا مدرسہ ہے یہ میری مادر علمی ہے۔ جس کی گود میں سات برس تک میں نے علم حاصل کیا۔ اس کے بانی، اپنے محسن اور مربی حضرت الاستاذ مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ کی نگرانی میں میں نے تربیت حاصل کی۔ اور کم و بیش ستائیس برس ان کے قدموں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ زندگی کا بہت بڑا حصہ الحمدللہ اس عدیم النظیر محسن و مربی کی سنگت اور معیت میں گذارا۔

یہاں میں کبھی بھی تقریر کی نیت سے حاضر نہیں ہوا، اور نہ اب اس نیت سے آیا ہوں، میرے لئے نسبت مصیبت بن گئی ہے کہ شاہ جی کا لڑکا ہے، یہیں پڑھتا رہا ہے اور شاگرد بھی یہیں کا ہے۔ یہ جان بوجھ کر نکل جاتا ہے، یہ چاہتا ہے کہ میرے پیچھے کاروں والے دوڑتے پھریں..... میں اس تخیل پر بھی لعنت بھیجتا ہوں۔ یہاں آکر خطابت کے انداز میں گفتگو کرنے میں مجھے دراصل شرم دامنگیر ہوتی ہے میرے لئے اتنی ہی سعادت بہت ہے کہ میں اپنے استاذ کی اولاد کا منہ دیکھ لوں، مدرسہ کو دیکھ لوں، یہ آباد نظر آئے۔ یہاں سے جو قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ وہ میری زندگی میں بھی یونہی بلند ہوتی رہیں اور بعد میں بھی۔ اس سے زیادہ میری کوئی تمنا نہیں ہے۔ مجھ سے پہلے جس یزید کی تردید ہو رہی تھی میرا تو ایمان ہے کہ صحابہؓ کی جوتیوں کی برکت سے اگر میں تقریر نہیں کروں گا تو اس یزید کی جوتی کو بھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی..... وہ بہت بُرا مشہور ہے نا؟ لیکن ...... یقیناً وہ ابن سبا سے بُرا نہیں ہے۔ حسن بن صباح سے بُرا نہیں ہے سکندر مرزا سے بُرا نہیں ہے۔ خمینی سے بُرا نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ صحابی کا بیٹا ہے۔ صحابی کا پوتا ہے تابعی ماں کا بیٹا ہے۔ اور ام المؤمنین ام حبیبہؓ کا بھتیجا ہے۔ وہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں تو بُرا ہو سکتا ہے۔ ہر لپاڈ ئیے کو اسکے مقابلے میں نہیں لایا جا سکتا۔ شرابیوں اور زانیوں کو اس کے مقابلے میں کھڑا نہیں کیا جا سکتا۔ جن کے باپ کا سات ضلعوں میں پتہ نہ ہو۔ وہ یزید کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ حیران مت ہونا، میں جانتا ہوں جو کچھ کہا گیا۔ مجھے اپنے اکابر کا مذہب اچھی طرح معلوم ہے۔ میں کسی گنبد میں بند نہیں رہتا اور کسی غار میں بھی پرورش نہیں پاتا۔ میں نہیں چاہتا تھا یہ موضوع شروع ہو۔ لیکن میرے ایک محترم فاضل بزرگ نے اس مسئلے پر بڑی بمبارٹمنٹ کی ہے۔ جن اکابر کا انہوں نے نام لیا ہے انہی اکابر میں حضرت قطب الاقطاب مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ بھی ہیں۔ میں تو ایک طالب علم ہوں فاضل بزرگ کی نظر سے وہ تمام فتاویٰ گذر چکے ہوں گے جو اکابر نے دیئے ہیں۔ انہی میں حضرت گنگوہی کا فتویٰ بھی ہے کہ

"اگرچہ میں اپنے بزرگوں کی پیروی میں (یزید کو) فاسق کہہ دیتا ہوں لیکن یہ واضح رہے کہ یہ مسئلہ علم

عقائد سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ علم تاریخ سے تعلق رکھتا ہے۔"

یعنی اگر کسی کی تحقیق میں اسکا فسق و فجور تاریخ سے ثابت نہ ہو تو اس سے محبت نہ سہی، اس پر لعنت بھیجنی بھی جائز نہیں ہے۔

اگر کسی نے اسکو اچھا کہہ دیا ہے تو اس نے کفر کا ارتکاب نہیں کیا ہے، یہ بات میرے بزرگوں کو اچھی طرح معلوم ہے اور میں اس مسئلے میں حضرت گنگوہی کا پیروکار ہوں۔

پورے احترام کے ساتھ کہتا ہوں یا حضرت گنگوہی کے فتویٰ کو فتاویٰ رشیدیہ سے نکال دیا جائے یا اس مسئلے پر گفتگو کو احتیاط سے کیا جائے۔ ہمیں رافضیوں سے سندِ اعتماد نہیں لینی، ہمیں حکام سے نواو بجیکشن سرٹیفکیٹ (N.O.C) نہیں لینا، ہمیں کسی رافضیت نواز لیڈر کی حمایت درکار نہیں ہے، ہمیں الیکشن میں کسی ستی تبرائی کے ووٹوں کی بھیک نہیں مانگنی۔ اس لئے ہم اس کی خاطر یزید کے لئے لعنت کا دروازہ کھولنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہیں۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں بُرا تھا...... ٹھیک ہے۔ لیکن جس حسینؓ نے اس کے مشیروں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا ہے اُس حسینؓ کی اپنی آواز ہے جو نوحوالوں سے دنیا میں ثابت ہے کہ اختار وامنی ثلاثاً مجھ سے تین باتیں منوالو

اما ان تُسَیِّرُونی الی موضع منہٗ یا مجھے وہاں بھیج دو جہاں سے آیا ہوں۔

اَوالیٰ ثغرمِن ثُغور المسلمین فاکونُ مِن اھلھم فَلِی مَالھم و عَلی ماعلیھم

یا مجھے سرحد پر بھیج دو۔ تمہیں اگر میرے وجود سے ڈر ہے کہ میں موومنٹ چلاؤں گا۔ یا تحریک چلاؤں گا تو یزید کی حکومت متزلزل ہو جائے گی۔ یہ خدشہ بھی پورا کر لو، مجھے سرحد پر بٹھا دو جہاں چوبیس گھنٹے جھڑپیں ہوتی ہیں، میں وہاں کام آجاؤں گا۔ میں مرجاؤں گا تو تمہارے دل بھی ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ تمہیں یہی فکر ہے کہ شہروں میں رہوں گا تو تحریک بن جائے گی۔ سرحد پر بٹھا دو، اگر کبھی مال غنیمت آگیا تو میری بیوی لیلیٰ آمنہ میری بچی سکینہ، میری بیٹی فاطمہ، علی اکبر ہے علی اصغر ہے زین العابدین ہے یہ میری اولاد ہے یہ بھی کچھ کھا پی لیا کریں گے۔ اور اگر ایسا نہ ہوا، وہاں حملے میں ساتھی مارے گئے اور میں بھی شہید ہو گیا تو اسے قبول کرلوں گا۔ اگر یہ بھی نہیں تو خلوا سبیلی الیٰ یزید لا ذھب وھوابن عمی

پھر میرا رستہ چھوڑ دو، مجھے یزید کے پاس جانے دو، وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ فاضع یدی فی یدہ۔

میں اس کے ہاتھوں میں ہاتھ دینے کے لئے تیار ہوں وھویریٰ فی رائیہ ویحکم لی

وہ اپنی رائے میرے متعلق سوچے گا اور جو چاہے فیصلہ کرے، مجھے قبول ہو گا۔ مجھے اس کے پاس لے چلو، وہ گفتگو کر کے میری شکایت دور کر دے، مجھے منوا لے، میں بیعت کرنے کو تیار ہوں۔

سید مرتضیٰ علم الھدیٰ مصنف کتاب الشافی، مطبوعہ تہران ص ۱۷۵، یہ روایت خود انہوں نے لکھی ہے جو یزید کو انسان کا بچہ بھی نہیں سمجھتے۔ جو علانیہ زانی شرابی ہو، جو کسی بدمعاش سبائی کے قول کے مطابق اپنے باپ

بقیہ ص ۳۱ پر

سید عطاء المحسن بخاری قلم بر داشتہ

خبرم رسیدہ امشب کہ تو باز خواہی آمد

گزشتہ دنوں چھ کالمی سرخی کے ساتھ خبر شائع ہوئی کہ ۳۵ دینی جماعتوں نے مسلم لیگ (ن) کی حمایت کا اعلان کر دیا، خبر کی حد تک تو واقعی یہ بہت بڑی خبر ہے لیکن کیا واقعی حیثیت میں بھی یہ خبر اپنی کوئی حقیقت رکھتی ہے؟ ۳۵ کے عدد کی جتنی طاقت ہے کیا اس خبر میں بھی اتنی طاقت ہے؟ ۳۵ کا عدد اپنے اندر جتنی اثرئیت رکھتا ہے کیا ان افراد میں بھی اتنی اثرئیت ہے؟ جو ۳۵ کے عدد کی زد میں آتے ہیں۔ ۳۵ کو جمع کریں تو آٹھ بنتے ہیں آٹھ کو توڑنے کے لئے جس زور آزمائی کی ضرورت ہے کیا ان ۳۵ جماعتوں کو توڑنے کے لئے بھی اسی زور آزمائی کی ضرورت پڑے گی؟ ۳۵ کا عدد ایک قوتِ مؤثرہ ہے۔ کیا یہ ۳۵ دینی جماعتیں بھی قوتِ موثرہ ہیں؟ ہمارے ملک کا ماحول اپنی تمام سمتوں کے اعتبار سے جاگیرداروں کی رعونت، تکبّر، تفاخُر، عُجب، دنائت، خباثت، سفاہت اور حقارتوں سے لتھڑا ہوا ہے کہ یہ ماحول صرف قوت کو اور قوتِ مؤثرہ کو سلام کرتا ہے، اسی کے سامنے سر جھکاتا اور جبہ سائی کرتا ہے۔ اگر تو ۳۵ دینی جماعتوں میں "قوت" نامی کوئی عنصر ہے تو یقیناً بے نظیر بے نصیر ہو جائیگی اور اگر یہ ۳۵ دینی جماعتیں بھی اسی جاگیری عمل کے برگ و بار ہیں تو پھر نواز شریف کو ان کا بوجھ بھی اٹھانا پڑے گا اور اگر بارش ہو گئی اور سیاسی "جھول" بھیگ گیا تو "خر در وحل" (کھوتا کھوبے وچ) والی مثل پوری ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ یعنی

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔

اسے سوءِ اتفاق ہی کہا جائے گا کہ ۳۵ کا عدد ان دنوں زیر عتاب ہی نہیں زیر حساب و کتاب ہے۔ اور ۲ کا عدد ان کو دبوچنے والا قید کرنے والا اور محبوس کرنے والا ہے اور ۲ عدد کا یہ عمل بھی ویسے ہی ہے جیسے بھانڈوں کے طائفہ خبیثہ کو امریکہ یاترا کا خوبصورت موقع دیا گیا اور انہوں نے اس موقعہ سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور "رجاں لائیاں"۔ اس سرزمین میں یونہی ہوتا آیا ہے کہ جو قوتِ مؤثرہ ہو اُسے مستقبل میں چلتی ہواؤں کے اثرات کے پیشِ نظر اچک لیا جاتا ہے جیسا کہ ۳۵ فوجیوں کو امریکہ کی آنکھ گلابی اور نظر عقابی نے اچک لیا ہے۔ اگر علماء بھی قوتِ موثرہ ہوتے تو نواز شریف سمیت اچک لئے گئے ہوتے اور...... تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوتی داستانوں میں! مگر ایسے لگتا ہے کہ یہ خبر بھی صرف دیہقانی مولویوں کی تقدس زدہ کھیپ کو متاثر کرنے کے لئے چھپوائی گئی ہے کہ تا کہ وہ اس دھڑے کے ساتھ اپنی لرزتی ہوئی وابستگی کو مضبوط کر لیں۔ یوں بھی اس خبر سے صرف تقدس زدہ ذہن ہی مضبوط و مرعوب ہوں گے کہ انہیں تو نیازی صاحب ایسی شخصیات بھی اس لئے مرغوب و محبوب ہیں کہ ایسی شخصیتوں کے ہوتے ہوئے بہتوں کا بھلا ہوتا ہے۔ یعنی (بقولِ غالب)

ہاں کر بھلا، ترا بھلا ہو گا
اور درویش کی صدا کیا ہے؟

ہمیں یاد آیا..... کہ ادھر انگلستان سے بھی ان دنوں یہ خبر آئی ہے کہ فرنگی خانقاہ کے درویش اور مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے مرزا طاہر احمد نے اپنے دادا جان کے مربیّوں کی گود میں لیٹ کر ایک بیان داغا ہے کہ "میری مت ماری گئی ہے کہ جہاں سے اللہ نے نکالا ہے وہاں پھر جاؤں"؟....... مسٹر! ہم تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ تم نے اقرار کیا کہ تمہیں اللہ نے نکالا ہے، ورنہ مرزائی تو آج تک یہی دہائی دیتے ہیں اور حقوق انسانی کے ٹھیکیدار یہودیوں اور عیسائیوں کے در پر یہی راگ الاپتے ہیں کہ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ بڑا ظلم ہو رہا ہے جسکی زندہ گواہی مرزا صاحب کا پاکستان سے نکل جانا ہے۔ اب مرزا طاہر کا بیان اس کے برعکس ہے کہ وہ تسلیم کر رہے ہیں کہ ان کو ضیاء الحق نے نہیں بلکہ حق نے نکالا ہے اور حق جس کو نکالے اس کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا! طاہر احمد نے یہ بھی کہا کہ ان کا مذہب بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے گویا انہوں نے اقرار کر لیا ہے کہ ان کا مذہب اسلام نہیں کچھ اور ہے جو پھیل رہا ہے۔ قیامت کے قرب میں بہت سے فتنوں کے پیدا ہونے اور پھیلنے کا ذکر ملتا ہے اور فتنۂ مسیحیت کے مدعیوں کے پھیلاؤ، گھیراؤ اور جلاؤ کا تو بہت ذکر ہے جس کا اقرار مرزا طاہر نے خود کیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں اگر یہی "پھیلاؤ" حق کی علامت اور حق کے لئے دلیل ہے تو پھر عیسائیت اور یہودیت کے سیلاب کے متعلق مرزا صاحب کا کیا خیال ہے؟ مرزا صاحب کو تو پناہ بھی عیسائیوں کی نرم و گداز گود میں ملی! اور کیوں نہ ملے کہ یہ انکی پہلی "چراگاہ" ہے۔ مرزا طاہر کے دادا مرزا غلام احمد نے، لکھا ہے کہ اسکی بعثت کی غرض ہی یہ ہے کہ..... ملکہ معظمہ (وکٹوریہ) کی سچی اطاعت کا طریق سمجھائے۔ ("تحفۂ قیصریہ"..... ملکہ وکٹوریہ کے نام خط، ضیاء الاسلام پریس قادیان ۱۸۹۷ء)

جو آرام آپ کو اور آپ کی ذریّتہ البغایا کو کافرستان (برطانیہ) میں مل سکتا ہے وہ پاکستان میں کہاں؟ جو مقام آپ کو کافرستان میں ملا ہے وہ یہاں کیسے ملے گا؟ پاکستان کا تو ذرہ ذرہ آپ کو مرتد اور جہنمی جانتا ہے، اسمبلی فیصلہ کرتی یا نہ کرتی۔ ایسے فیصلے تو یوں بھی دیر طلب نہیں ہوا کرتے........... کہ بقول سیف الدین سیف

حق و باطل میں فیصلہ کرنا
ایک لمحے کا کھیل ہوتا ہے

مقالۂ خصوصی
قسط دوم

حکیم محمود احمد ظفر

جمہوریت ایک فتنہ اور فراڈ

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب منیست
ہر جا کنیم سجدہ بداں آستاں رسد

حاکمیت جمہور کے فلسفہ کی اصل اساس یہ ہے کہ عوام کی مرضی ہی اصل حاکم ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عوام کی مرضی کو کس طرح معلوم کیا جائے۔ ہر فرد کی رائے ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ اتنی متضاد آراء میں سے ایک ایسی رائے (جس کو روسو نے General will کا نام دیا) کا تلاش کرنا جو سب کے لئے قابل قبول ہو، نہایت مشکل بلکہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ رائے عامہ سے مراد سارے عوام کی رائے نہیں بلکہ ملک کی اکثریت کی رائے ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ اکثریت کی رائے کا اندازہ کس طرح لگایا جا سکتا ہے۔ ایک شخص کے لئے جو معاشرہ میں رہتا ہے یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ وہ بغیر دباؤ کے اپنی اصل رائے کا اظہار کر سکے۔ جب وہ اپنی اصل رائے کا اظہار ہی نہیں کر سکتا تو جمہور کی حاکمیت کیسی؟ معلوم ہوا کہ حاکمیت جمہور کفر ہونے کے ساتھ غیر معقول بھی ہے۔

سید مودودی نے اس بارہ میں قیام پاکستان سے قبل بہت کچھ لکھا اور جمہوریت کے کافرانہ نظام ہونے کو واضح کیا۔ چنانچہ ایک مقام پر مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

ایک حقیقی مسلمان ہونے کی حیثیت سے جب میں دنیا پر نگاہ ڈالتا ہوں تو مجھے اس امر پر اظہار مسرت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ترکی پر ترک، ایران پر ایرانی اور افغانستان پر افغانی حکمران ہیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہیں "حکم الناس علی الناس للناس" کے نظریہ کا قائل نہیں ہوں۔ اور اس اعتبار سے میرے نزدیک انگلستان پر انگریزوں کی حاکمیت اور فرانس پر اہل فرانس کی حاکمیت جس قدر غلط ہے اسی قدر ترکی اور دوسرے ملکوں پر ان کے اپنے باشندوں کی حاکمیت بھی غلط ہے اسی قدر ترکی اور دوسرے ملکوں پر ان کے اپنے باشندوں کی حاکمیت بھی غلط ہے بلکہ اس سے زیادہ غلط۔ اس لئے کہ جو قومیں اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہیں ان کا خدا کی حاکمیت کے بجائے انسانوں کی حاکمیت اختیار کرنا اور بھی زیادہ افسوس ناک ہے۔ غیر مسلم اگر ضالین کے حکم میں ہیں تو یہ مغضوب علیہم کی تعریف میں آتے ہیں۔"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش جلد ۳ ص ۱۲۵)

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۷ پر مولانا لکھتے ہیں:۔

"مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے نزدیک یہ امر بھی کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا کہ ہندوستان کو انگریزی امپیریلزم سے آزاد کرایا جائے۔ انگریز کی حاکمیت سے نکلنا تو صرف لا الٰہ کا ہم معنی ہو گا۔ فیصلہ کا

انحصار محض اس نفی پر نہیں۔ اس پر ہے کہ اس کے بعد اثبات کس چیز کا ہو گا؟ اگر آزادی کی یہ ساری لڑائی صرف اس لئے ہے اور مجاہدین حریت میں سے کون صاحب یہ جھوٹ بولنے کی ہمت رکھتے ہیں کہ اس لئے نہیں ہے کہ امپریلزم کے الٰہ کو ہٹا کر ڈیموکریسی کے الٰہ کو بت خانہ حکومت میں جلوہ افروز کیا جائے، تو مسلمان کے نزدیک درحقیقت اس سے کوئی بھی فرق نہیں ہوتا ہے لات گیا منات آ گیا۔ ایک جھوٹے خدا نے دوسرے جھوٹے خدا کی جگہ لے لی۔ باطل کی بندگی جیسی تھی ویسی ہی رہی۔ کون مسلمان اس کو آزادی کے لفظ سے تعبیر کر سکتا ہے۔

ان اللہ لایمحو السئی بالسئی ولکن یمحو السئی بالحسن، ان الخبیث لایمحو الخبیث"

اس عبارت میں سید مودودی صاحب نے امپریلزم اور ڈیموکریسی کو لات و منات سے تشبیہ دی ہے کیونکہ ان دونوں میں حاکمیت غیر خدا کی ہوتی ہے اور غیر اللہ کی حاکمیت کو آپ خواہ کتنا ہی شاندار نام کیوں نہ دے دیں وہ کفر ہی رہے گا اسلام نہیں بن سکتا ہے۔ اسلام صرف خدا کی حاکمیت کا قائل ہے ایک اور مقام پر سید مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

"اس موقع پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسلم لیگ کے کسی ریزولیشن اور لیگ کے ذمہ دار لیڈروں میں سے کسی کی تقریر میں یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ ان کا آخری مطمح نظر پاکستان میں اسلامی نظام حکومت قائم کرنا ہے۔ برعکس اس کے ان کی طرف سے بصراحت اور بتکرار جس شی کا اظہار کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ ان کے پیش نظر ایک ایسی جمہوری حکومت ہے جس میں دوسری غیر مسلم قومیں بھی حصہ دار ہوں، مگر اکثریت کے حق کی بنا پر مسلمانوں کا حصہ غالب ہو۔ (سیاسی کشمکش جلد ۳ ص ۱۷۳)

کتنے واضح لفظوں میں سید مودودی صاحب نے اس جمہوریت کی جس کا پرچار آج پاکستان کی ہر پارٹی بلکہ خود ان کی اپنی پارٹی بھی کر رہی ہے، مخالفت اور تردید کی ہے۔ ایک اور مقام پر سید مودودی لکھتے ہیں:

دعوت کے باب میں اسلام کا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ کی حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ تسلیم کرنے کی طرف بلایا جائے، مگر یہ تقسیم سے قبل جمہوریت چاہنے والے ہندوستان کے باشندوں کو اس طرف بلاتے ہیں کہ تم خود مالک الملک بنو۔ یہ غیر الٰہی اقتدار اعلیٰ کی نفی نہیں کرتے بلکہ صرف انگریزی اقتدار اعلیٰ کی نفی کرتے ہیں۔ یہ الٰہی اقتدار اعلیٰ کا اثبات بھی نہیں کرتے بلکہ اس کی جگہ باشندگان ملک کی خود اقتدار اور جمہوری اقتدار اعلیٰ کا اثبات کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ شریک ہونے کی حیثیت سے انگریزی اقتدار اعلیٰ اور جمہوری اقتدار اعلیٰ میں کوئی فرق نہیں، لہذا ان لوگوں کی دعوت سراسر غیر اسلامی بلکہ مخالف اسلام دعوت ہے۔" (سیاسی کشمکش جلد ۳ ص ۱۶۲)

اپنی ایک دوسری کتاب میں سید مودودی صاحب نے اس بات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"ایک شخص بیک نظر ان خصوصیات کو دیکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ اسلامی ریاست مغربی طرز کی لادینی

جمہوریت (Secular Democracy) نہیں، اس لئے کہ جمہوریت تو فلسفیانہ نقطہ نظر سے، نام ہی اس طرز حکومت کا ہے جس میں ملک کے عام باشندوں کو حاکمیت اعلیٰ حاصل ہو۔ انہی کی رائے سے قوانین میں تغیر و تبدل ہو۔ جس قانون کو وہ چاہیں نافذ ہو اور جسے وہ نہ چاہیں وہ کتاب آئین میں سے محو کر دیا جائے۔ یہ بات اسلام میں نہیں ہے۔ یہاں ایک بالاتر بنیادی قانون خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذریعہ سے دیتا ہے جس کی اطاعت ریاست اور قوم کو کرنی پڑتی ہے لہذا اس معنی میں اسے جمہوریت نہیں کہا جا سکتا۔ اس کے لئے زیادہ صحیح نام الٰہی حکومت ہے جس کو انگریزی میں تھیا کریسی (Theocracy) کہتے ہیں۔ (اسلام کا نظریہ سیاسی ص ۲۴)

پھر اسی کتاب میں ایک اور جگہ پر امریکہ کی مثال دے کر لکھتے ہیں:

"یہ مغرب کی نام نہاد ڈیموکریسی جس کے متعلق یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ اس میں عمومی حاکمیت (Soveregrty) ہوتی ہے۔ اس کا ذرا تجزیہ کر کے دیکھئیے۔ جن لوگوں سے مل کر کوئی اسٹیٹ بنتا ہے وہ سب کے سب نہ تو خود قانون بناتے ہیں اور نہ خود اس کو نافذ کرتے ہیں۔ انھیں اپنی حاکمیت چند مخصوص لوگوں کے سپرد کرنی پڑتی ہے تاکہ ان کی طرف سے وہ قانون بنائیں اور اسے نافذ کریں۔ اسی غرض سے انتخاب کا ایک نظام مقرر کیا جاتا ہے، لیکن اس انتخاب میں زیادہ تر وہ لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو عوام کو اپنی دولت، اپنے علم، اپنی چالاکی اور اپنے جھوٹے پروپیگنڈے کے زور سے بے وقوف بنا سکتے ہیں۔ پھر یہ خود عوام کے ووٹ ہی سے ان کے الہ بن جاتے ہیں۔ عوام کے فائدے کے لئے نہیں بلکہ اپنے شخصی اور طبقاتی فائدے کے لئے قوانین بناتے ہیں۔ اور اسی طاقت سے جو عوام نے ان کو دی ہے ان قوانین کو عوام پر نافذ کرتے ہیں۔ یہی مصیبت امریکہ میں ہے، یہی انگلستان میں ہے اور یہی ان سب ممالک میں ہے جن کو جمہوریت کی جنت ہونے کا دعوی ہے۔

"پھر اس پہلو کو نظر انداز کر کے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وہاں عام لوگوں کی مرضی سے قانون بنتے ہیں، تب بھی تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عام لوگ خود بھی اپنے مفاد کو نہیں سمجھتے۔ انسان کی یہ فطری کمزوری ہے کہ یہ اپنی زندگی کے اکثر معاملات میں حقیقت کے بعض پہلوؤں کو دیکھتا ہے اور بعض کو نہیں دیکھتا۔ اس کا فیصلہ (Judgment) عموماً یک طرفہ ہوتا ہے۔ اس پر جذبات اور خواہشات کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ خالص عقلی اور عملی حیثیت سے بے لاگ رائے بہت کم قائم کر سکتا ہے بلکہ بسا اوقات عقلی اور عملی حیثیت سے جو بات اس پر روشن ہو جاتی ہے اس کو بھی یہ جذبات و خواہشات کے مقابلہ میں رد کر دیتا ہے۔ اس کے ثبوت میں بہت سی مثالیں میرے سامنے ہیں۔ (اسلام کا نظریہ سیاسی ص ۲۷)

پھر مودودی صاحب امریکہ میں شراب نوشی کے قانون حرمت اور پھر اس کے بعد حلت میں تبدیلی کی مثال دے کر لکھتے ہیں۔

"اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ علمی اور عقلی حیثیت سے اب شراب کا استعمال مفید ثابت ہو گیا تھا بلکہ صرف یہ وجہ تھی کہ عوام اپنی جاہلانہ خواہشات کے بندے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی حاکمیت اپنے نفس کے

شیطان کی طرف منتقل کر دی تھی۔ اپنی خواہش کو اپنا الٰہ بنا لیا تھا اور اس الٰہ کی بندگی میں وہ اس قانون کو بدلنے پر مصر تھے جسے انہوں نے خود ہی علمی اور عقلی حیثیت سے صحیح تسلیم کر کے پاس کیا تھا۔ اس قسم کے اور بہت سے تجربات ہیں جن سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ انسان خود اپنا واضع قانون (Legislator) بنانے کی پوری اہلیت نہیں رکھتا۔" (اسلام کا نظریہ سیاسی ص ۲۷...۲۹)

حاکمیت کے اس مسئلہ کو مودودی صاحب نے اپنی ایک اور کتاب اسلامی دستور کی تدوین صفحہ ۱۵۔۲۲ میں بھی تفصیل سے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"حاکمیت صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ہے، لہذا ہر وہ نظام جس میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی ہو وہ اسلامی نظام نہیں بلکہ کفر کا نظام ہے۔"

اسلامی نظام اور دنیا کے دوسرے نظاموں میں سب سے بڑا بنیادی فرق یہی ہے کہ اسلام میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے اور دوسرے طاغوتی اور کفریہ نظاموں میں مثلاً اشتراکیت، ڈکٹیٹر شپ، امپریلزم اور جمہوریت وغیرہ میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی ہوتی ہے۔ چنانچہ

"دنیا میں جہاں جو خرابی پائی جاتی ہے اس کی جڑ صرف ایک چیز ہے اور وہ ہے اللہ کے سوا کسی اور کی حاکمیت تسلیم کرنا۔ یہی اُمّ الخبائث ہے۔ یہی اصل بس کی گانٹھ ہے۔ اسی سے وہ شجر خبیث پیدا ہوتا ہے۔ جس کی شاخیں پھیل کر انسانوں پر مصیبتوں کے زہریلے پھل ٹپکاتی ہیں۔ یہ جڑ جب تک باقی ہے آپ شاخوں کو جتنی چاہیں قطع و برید کر لیں۔ بجز اس کے کچھ بھی حاصل نہ ہو گا کہ ایک طرف سے مصائب کا نزول بند ہو جائے اور دوسری طرف سے شروع ہو جائے......

"اللہ کی حاکمیت سے منہ موڑنے والے زیادہ سے زیادہ بہتر نصب العین جو پیش کر سکتے ہیں وہ بیش از یں نیست کہ دنیا میں مکمل جمہوریت ہو جائے، یعنی لوگ اپنی بھلائی کے لئے اپنے آپ حاکم ہوں، لیکن قطع نظر اس سے کہ یہ حالت واقعی دنیا میں رونما ہو سکتی ہے یا نہیں؟ غور طلب سوال یہ ہے کہ ایسی حالت اگر رونما ہو جائے تو کیا اس فرضی جنت میں انسان خود اپنے نفس کے شیطان یعنی جاہل اور نادان خدا کی بندگی سے بھی آزاد ہو جائے گا جس کے پاس خدائی کرنے کے لئے علم، حکمت، عدل اور دوستی کچھ بھی نہیں، صرف خواہشات ہیں اور وہ بھی اندھی جابرانہ خواہشات۔"

"اس نقصان کو دور کرنے اور انسانی زندگی کو حقیقی فلاح و سعادت سے ہم کنار کرنے کی کوئی دوسری صورت اس کے سوا نہیں ہے کہ غیر اللہ کی حاکمیت سے کلیتہً انکار کیا جائے اور حاکمیت (Sovereignty) اس کی تسلیم کی جائے جو فی الواقع مالک الملک ہے، اور ہر اس نظام کو رد کر دیا جائے جو انسانی اقتدار اعلیٰ کے باطل نظریہ پر قائم ہو اور صرف اس نظام حکومت کو قبول کیا جائے جس میں اقتدار اعلی اسی کا رہے جو فی الحقیقت مقتدر اعلی ہے۔ ہر اس حکومت کے حق حکمرانی کو ماننے سے انکار کر دیا جائے جس میں انسان بذات خود حاکم اور صاحب امر و نہی ہونے کا مدعی ہو۔ اور صرف اس حکومت کو جائز قرار دیا

جائے جس میں انسان اصلی اور حقیقی حاکم کے تحت خلیفہ ہونے کی حیثیت قبول کرے۔ یہ بنیادی اصلاح جب تک نہ ہوگی تب تک انسان کی حاکمیت خواہ وہ کسی شکل اور کسی نوعیت کی ہو، جڑ پیڑ سے اکھاڑ کر نہ پھینک دی جائے گی اور جب تک انسانی حاکمیت کے غیر واقعی تصور کی جگہ خلافت الٰہی کا واقعی (Realistic) تصور نہ لے لے گا اس وقت تک انسانی تمدن کی بگڑی ہوئی کل کبھی درست نہ ہوسکے گی۔ چاہے سرمایہ داری کی جگہ اشتراکیت قائم ہو جائے، یا ڈکٹیٹر شپ کی جگہ جمہوریت متمکن ہو جائے، یا امپریلزم کی جگہ قوموں کی خود اختیاری کا قاعدہ نافذ ہو جائے۔ صرف خلافت ہی کا نظریہ انسان کو امن دے سکتا ہے۔ اسی سے ظلم مٹ سکتا ہے اور عدل قائم ہوسکتا ہے اسی کو اختیار کر کے انسان اپنا قوتوں کا صحیح مصرف اور اپنی سعی وجہد کا رخ پا سکتا ہے۔ (سیاسی کشمکش جلد ۳ ص ۱۱۴۔۱۱۶۔ ۱۱۹، ۱۲۰)

اسی کتاب میں ایک اور جگہ پر پاکستان میں نظام حکومت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے لئے اس مسئلہ میں بھی کوئی دل چسپی نہیں ہے کہ ہندوستان کے جس حصہ میں مسلمان کثیر التعداد ہیں وہاں ان کی حکومت قائم ہو جائے۔ میرے نزدیک جو سوال سب سے اقدم ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے اس پاکستان میں نظام حکومت کی اساس خدا کی حاکمیت (Sovereignty) پر رکھی جائے گی یا مغربی نظریہ جمہوریت کے مطابق عوام کی حاکمیت پر؟ اگر پہلی صورت ہے تو یقیناً یہ پاکستان ہوگا۔ ورنہ بصورت دیگر یہ ویسا ہی ناپاکستان ہوگا جیسا ملک کا وہ حصہ ہوگا جہاں آپ کی اسکیم کے مطابق غیر مسلم حکومت کریں گے، بلکہ خدا کی نگاہ میں یہ اس سے زیادہ ناپاک، اس سے زیادہ مبغوض وملعون ہوگا، کیونکہ یہاں اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے وہ کام کریں گے جو غیر مسلم کرتے ہیں۔" (سیاسی کشمکش جلد ۳ ص ۱۲۵۔۱۲۶)

اپنی ایک اور کتاب میں عوام کی حاکمیت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہمارے عقیدہ توحید کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ حاکمیت جمہور کی نہیں بلکہ خدا کی ہو اور آخری سند خدا کی کتاب کو مانا جائے۔ اور قانون سازی جو کچھ بھی ہو کتاب الٰہی کے تحت ہو نہ کہ اس سے بے نیاز ہو کر۔ یہ ایک اصولی معاملہ ہے جس کا تعلق عین ہمارے ایمان اور ہمارے اسلامی عقیدہ سے ہے۔" (رسائل ومسائل جلد ۱ ص ۴۲۴)

اسی کتاب میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ

"اصولی حیثیت سے یہ بات واضح طور پر سمجھ لیجئے کہ موجودہ زمانے میں جتنے جمہوری نظام بنے ہیں (جن کی شاخ ہندوستان کی موجودہ اسمبلیاں بھی ہیں) وہ اس مفروضے پر مبنی ہیں کہ باشندگان ملک اپنے دنیوی معاملات کے متعلق تمدن، سیاست، معیشت، اخلاق اور معاشرت کے اصول خود وضع کرنے اور ان پر تفصیلی قوانین وضوابط بنانے کا حق رکھتے ہیں۔ اور اس قانون سازی کے لئے رائے عامہ سے بالاتر کسی سند کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ نظریہ اسلام کے نظریہ کے بالکل برعکس ہے۔ اسلام میں توحید کے عقیدہ کا لازمی جزو یہ

ہے کہ لوگوں کا اور تمام دنیا کا مالک اور فرمانروا اللہ تعالی ہے۔ ہدایت اور حکم دنیا اس کا کام ہے۔ اور لوگوں کا کام یہ ہے کہ اس کی ہدایت اور اس کے حکم سے اپنے لئے قانونِ زندگی اخذ کریں...... اس نظریے کی رو سے قانون کا ماخذ اور تمام معاملات زندگی میں مرجع اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت قرار پائی ہے۔ اور اس نظریے سے ہٹ کر اول الذکر جمہوری نظریے کو قبول کرنا گویا عقیدہ توحید سے منحرف ہو جانا ہے۔" (رسائل ومسائل جلد ا ص ۴۷۳)

ان سارے اقتباسات میں جو ہم نے سید مودودی کی کتابوں سے نقل کئے ہیں، مودودی صاحب نے یہ بتایا ہے کہ جمہوری نظریہ حکومت اسلام کے سراسر منافی ہے۔ وہ ایک مشرکانہ اور کافرانہ نظام حکومت ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں حاکمیت اللہ تعالی کی بجائے عوام کی ہوتی ہے جو کہ شرک ہے۔ اور اسلام توحید کا قائل ہے۔ شرک کی اس کے ہاں ایک ذرہ بھر بھی گنجائش نہیں۔ جمہوریت میں ملک کے اصلی مالک جمہور اور حاکمیت اور طاقت کا سرچشمہ عوام ہوتے ہیں۔ جس کو چاہیں حکومت دیں جس سے چاہیں اور جب چاہیں حکومت چھین لیں۔ جو چاہیں قانون بنائیں اور جس قانون کو چاہیں منسوخ کر دیں۔ عوام اور جمہور کے نمائندے احکام وقوانین منظور کر کے حکومت کے حوالے کرتے ہیں کہ یہ احکام چلاؤ اور حکومت وہی احکام اور قوانین چلاتی ہے اور ان کی خلاف ورزی نہیں کر سکتی کیونکہ حکومت جمہور اور عوام کی ہے۔ جمہور جو چاہیں گے وہی ہوگا، اس لئے کہ حاکمیت عوام کی ہے۔ اللہ تعالی کا تصور ہی درمیان سے ہٹا دیا گیا ہے بلکہ اللہ تعالی کو (معاذ اللہ) عوامی نمائندوں کے تابع کر دیا گیا ہے۔ یہ عوامی نمائندگان اگر چاہیں تو شریعت بل کو پاس کریں نہ چاہیں تو نہ پاس کریں۔ ان کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ ان کے اوپر کوئی حاکم نہیں۔ کوئی انہیں سرزنش کرنے والا نہیں، کیونکہ حاکمیت ان کی ہے اور جمہوری حکومت صرف اور صرف عوام اور جمہور کے آگے جواب دہ ہوتی ہے اور انہی کی خوشی اور ناخوشی کا ہر وقت خیال رکھتی ہے۔

۲۔ جمہوریت سرمایہ دارانہ نظام کی ایک فرع ہے۔ اس میں امیر لوگ، جاگیردار اور وڈیرے برسر اقتدار آتے ہیں، کیونکہ جمہوریت آتے ہیں، کیونکہ جمہوریت کا مقصد وحید ہے کہ اقتدار کی باگیں عوام کے منتخب نمائندوں کو جو کہ وڈیرے اور جاگیردار ہوتے ہیں، کے ہاتھ میں دے دی جائیں۔ نظری طور پر اگرچہ جمہوری ریاست کے ہر فرد کو حاکمیت کے حقوق حاصل ہیں اور کارپردازانِ حکومت ان کے ترجمان ہوتے ہیں، لیکن عملاً حکومت سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ طبقہ کی خواہشات کے مطابق ہی کی جاتی ہے۔ اور اس طرح مملکت کے باشندوں کا ایک طبقہ دوسرے طبقے کو حاکمیت سے یکسر محروم کر کے ان پر اپنی خواہشات مسلط کر دیتا ہے۔ پھر ان وڈیروں اور جاگیردارانہ طبقہ کی سب سے بڑی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اپنے اور اپنے ہم نوا لوگوں کے لئے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرے اور مخالفین کو جس قدر ممکن ہو نقصان پہنچایا جائے۔ ملک کے سارے معاشی ذرائع اسی مختصر سے طبقہ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ عدالتیں، پریس اور مسلح افواج اسی کے اقتدار کی محافظ اور پاسبان ہوتی ہیں۔ پورا نظام تعلیم اس کی چاکری اور خدمت گذاری کے لئے لوگوں کے ذہنوں کو

ڈھالتا ہے۔ ان حالات میں اگر ملک کے غریب عوام اور مظلوم طبقے ظلم کے تسلط کے خلاف آواز بلند کر کے اپنے حالات میں کوئی خوشگوار تبدیلی لانا چاہیں تو وہ سارے راستے مسدود پاتے ہیں۔ اور اگر وہ داد رسی کے سارے آئینی راستوں کو بند پا کر غیر آئینی راستوں کو اختیار کرنے پر مجبور کر دیئے جائیں تو یہ نام نہاد عوامی حکومت ملوکیت سے زیادہ سفاک بن جاتی ہے۔ پھر نہ مساجد کی حرمت قائم رہتی ہے اور نہ پارلیمنٹ کی۔ لوگوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا جاتا ہے۔ مساجد کے فرش عوام کے خون سے لالہ گوں ہو جاتے ہیں۔ اور مخالف اور غریب نمائندگانِ پارلیمنٹ کو فوج کی وساطت سے اسمبلیوں سے باہر پھینک دیا جاتا ہے۔

جس نظام حکومت میں قوت و اقتدار کا اصل مدار ذرائع پیداوار کے قبضے پر ہو وہاں سماج کا مختلف گروہوں میں بٹ جانا ایک فطری امر ہے۔ اس سے وہ گروہ طاقتور ہوتا ہے کہ جو سرمایہ دار ہوتا ہے وہ بڑی آسانی سے غریب طبقہ کے حقوق کو پامال کرتا ہے۔ چنانچہ جمہوریت کے ایک بہت بڑے نقاد نے اس نظام کا ذکر کرتے ہوئے بالکل صحیح کہا ہے کہ

"یہ جمہوریت ایک بہت بڑا دھوکہ اور فریب ہے۔ امراء کے لئے تو یہ واقعی ایک جنت ہے لیکن کمزوروں، ناداروں اور غریبوں کے لئے یہ غلامی کا ایک بد ترین جال ہے۔"

اس نظام کو چلانے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو بالعموم سرمایہ داروں کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ مسند اقتدار پر آتے ہی اس لئے ہیں کہ اپنے حقوق کی ہر طرح سے حفاظت کر سکیں۔ اس لئے ان کے وجود سے ان کے اپنے گروہ کے آدمی تو داد عیش دیتے ہیں لیکن دوسرے طبقے خصوصاً بندہ مزدور اور ہاریوں کے اوقات نہایت تلخ ہو جاتے ہیں۔

غریب لوگ عموماً دیندار ہوتے ہیں اور امیر لوگ دین سے دور۔ علاوہ ازیں امیر لوگ دولت کی وجہ سے بہت سی اخلاقی بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں، اس لئے جب وہ اختیار و اقتدار کی کرسی پر بیٹھتے ہیں تو عوام جو کہ دین دار ہوتے ہیں، ان سے اسلامی اقدار کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں، لیکن امیر لوگ اپنی نہاد ذہنی اور عیش و عشرت کی زندگی میں ملوث اور مگن ہونے کی وجہ سے ان کی خاطر کوئی ایسا ضابطہ اور قانون بنانے کی پروا نہیں کرتے جس سے خود ان امراء پر کوئی قدغن اور رکاوٹ وارد ہوتی ہو۔ اور ان کے عیش و عشرت میں کوئی فرق پڑتا ہو، کیونکہ اخلاقی اقدار کے لئے ان کے ہاں کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ صرف چند ایک رسمی باتوں جیسے جمعہ کی چھٹی وغیرہ سے وہ لوگوں کو خوش کر دیتے ہیں۔

۳۔ جمہوریت چونکہ سرمایہ دارانہ نظام کی ایک فرع ہے، لہذا اس میں امراء کے عیش و عشرت کے لئے غرباء دن رات مختلف قسم کی صنعتوں میں ڈھور ڈنگروں کی طرح کام کریں گے۔ امراء کی قوت خرید زیادہ ہو گی اور غرباً کی کم نتیجہ یہ ہوگا کہ امراء دن بدن امیر تر اور غرباء روز بروز غریب تر ہوتے چلے جائیں گے۔ اور امراء کو امیر تر بنانے کے لئے غرباء ذلت کے گڑھے میں گرتے چلے جائیں گے۔ اور معاشی زبوں حالی کا شکار ہو کر بے دین، ملحد اور اشتراکی ہو جائیں گے کیونکہ جمہوریت کا ردِ عمل اشتراکیت ہے۔

امراء کا منتہائے مقصود چونکہ دنیوی فوائد ولذائذ سمیٹنا ہوتا ہے اس وجہ سے ان کی نظروں سے حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز او جھل ہو جاتی ہے۔ انھیں اس بات کی فکر نہیں رہتی کہ ان کی آمدنی کے ذرائع کن کن طریقوں سے معاشرہ میں ظلم و ستم، بے حیائی اور بدمعاشی کو ترقی دے رہے ہیں۔ دولت کے پجاری ہونے کی حیثیت سے ان کا نقطہ نظر صرف یہی رہ جاتا ہے کہ جس طرح سے بھی ممکن ہو زیادہ سے دولت سمیٹ لی جائے۔ اگر ان کی آمدن شراب اور ہیروئن کی فروخت، رقص و سرور کی محفلیں سجانے اور فحش و اخلاق سوز لٹریچر کی اشاعت سے بڑھتی ہے تو وہ فوراً ان کاموں میں اپنا روپیہ لگا دیتے ہیں اور وہ اس بات کو قطعاً محسوس نہیں کرتے کہ ان کی ان حرکات سے معاشرہ کو کیا نقصان پہنچا ہے۔ نوجوان نسل میں کتنی آوارگی پیدا ہوئی ہے۔ نشہ آور چیزوں سے کتنے گھر برباد ہوئے ہیں کتنی عصمتیں لٹیں ہیں۔ اور کتنی عفتیں برباد ہوئیں ہے۔ ان کے دل خوف خدا اور آخرت کی جواب دہی سے بالکل خالی ہو جاتے ہیں۔ اور معاشرہ کے مختلف طبقات کے مصائب والم کو دیکھ کر ان کے اندر معمولی سا ارتعاش بھی پیدا نہیں ہوتا۔ جب سرمایہ ان کاموں میں لگے گا جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے تو نتیجہ میں فیکٹریاں اور بڑے بڑے کارخانے بند ہو جائیں گے کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ اس طریقہ سے زیادہ آسانی کے ساتھ روپیہ سمٹیا جا سکتا ہے، پھر فیکٹریوں کے جھنجھٹ میں کون پڑے۔ اس سے ملک میں بے روزگاری بڑھے گی اور معاشرہ میں بے شمار معاشی پیچیدگیاں اور ان گنت اخلاقی اور ذہنی بیماریاں پیدا ہوں گی۔

۴۔ جمہوریت سکنی (Static) اور اس کے مقابلہ میں اسلام حرکی (Dynamic) ہے۔ جمہوریت کے شہری خود غرض (Selfish) ہوتے ہیں اور ہر کوئی نچلی سطح سے اوپر کی سطح پر آنے کی جدوجہد میں مشغول ہوتا ہے یعنی مادی انداز میں نہ کہ اخلاقی اعتبار سے اس لئے جمہوری ملک کے لوگ ایثار نفس سے عاری ہوتے ہیں۔ اخوت اور ہمدردی سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں رہتا، کیونکہ ہر کوئی دولت بڑھانے کی فکر میں رہتا ہے۔ صرف ریاکارانہ دوستی اور منافقانہ اخوت ہوتی ہے۔ اور وہ بھی صرف اپنی مطلب برآری کے لئے نہ کہ کسی اعلیٰ قسم کی قدروں کی صورت میں۔

۵۔ مسلمان جمہوریت کو اپنا کر دین سے بیگانہ ہو جائیں گے، کیونکہ اس وقت جو سیادت اور مادی سربلندی اہل مغرب کو حاصل ہے وہ مسلمانوں کو نہیں۔ مسلمان جمہوریت کو تو اپنا بیٹھیں گے لیکن ان صنعتی اور مادی وسائل کے مالک نہیں بن سکیں گے جو وسائل اہل مغرب کو حاصل ہیں۔ اس لئے وہ ذہنی طور پر ان کے مقابلہ میں اپنے کو پست اور ذلیل و کمتر محسوس کریں گے اور ان کو ہر حیثیت سے اپنے سے بالاتر اور اعلیٰ سمجھیں گے۔ اور "دین الملک ملک الادیان" والا طلسم ان کو دین اسلام سے دور کرتا چلا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا معاشرہ آج کل بڑی سرعت اور تیزی کے ساتھ بے دین معاشرہ کی صورت اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ بداخلاقی، بے حیائی، فحاشی، شراب خوری اور دوسری اخلاقی خرابیاں اسی جمہوریت کی وجہ سے ہی ہیں، کیونکہ ایک تو جمہوریت میں ہر کوئی آزاد ہے اور کسی پر کوئی دینی تقیید نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ

جمہوریت چونکہ سرمایہ وارانہ نظام کی فرع ہے لہذا سرمایہ درارانہ نظام میں ان سب برائیوں کا ہونا ضروری ہے۔

اس کے ساتھ ہی بجٹ اور دیگر ملکی وسائل میں کوئی معتد بہ اضافہ محالات میں سے ہے۔ کیونکہ زمین کسی خاص حد تک ہی دولت اگل سکتی ہے اس لئے اسلام کے تقاضے پورے کرنے سے قاصر رہے گی۔ لہذا حج پر پابندی۔ افزائش آبادی پر پابندی۔ قربانی کے لئے مویشی ذبح کرنے پر پابندی کہ کم ہوجائیں گے اور ایسی ہی اور بہت سی پابندیاں لاگو ہوں گی اور اسلام وسعت حدود کے ساتھ تعداد ازواج اور کثرت افزائش اولاد کا قابل حرکی دین اس کے اندر دم گھٹ کر رہ جائے گا۔ اور لوگ مسلمان نہیں ہوں گے بلکہ کچھ اور ہوں گے۔

۶۔ جمہوریت میں پارلیمنٹ کے اندر دو گرہوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک حزب اقتدار اور دوسرا حزب اختلاف۔ حزب اقتدار کا مقصد اپنی مرضی کے مطابق قوانین بناتا اور عوام پر ٹھونسنا ہوتا ہے جب کہ حزب اختلاف کی غرض وغایت حزب اقتدار کی ہر بات کی مخالفت ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر حزب اقتدار شریعت بل بھی پیش کرے تو حزب اختلاف اس کی بھی مخالفت کرے گی۔ اس کے برعکس اسلام کے نظام حکومت میں نہ کوئی حزب اختلاف ہے اور نہ کوئی حزب اقتدار بلکہ پارلیمنٹ کا ہر ممبر حزب اقتدار میں بھی ہے اور حزب اختلاف میں بھی سربراہ مملکت اگر درست بات کرتا ہے تو پارلیمنٹ کا ہر فرد اس کی حمایت کرے گا لیکن اگر وہ نادرست اور غلط بات کرتا ہے تو ہر فرد کا یہ حق ہے کہ اس کی مخالفت کرے، اس کو راہ راست پر لائے۔ اس بات کو مختصر لفظوں میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ جمہوریت میں اختلاف (Agree to differ) کے اصول کے تحت ہوتا ہے جب کہ اسلام میں اختلاف کی بنیاد (Differ to Agree) اصول کے تحت ہوتی ہے۔

۷۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ جمہوریت میں عوام اور جمہور کی حکومت ہوتی ہے یہ سراسر غلط ہے۔ جمہوریت بھی بالواسطہ ایک ڈکٹیٹر شپ ہوتی ہے بلکہ عام ڈکٹیٹر شپ سے زیادہ بدتر ہوتی ہے، کیونکہ ڈکٹیٹر شپ میں تو پھر بھی کچھ احتجاج ہوسکتا ہے، لیکن جمہوریت کے بارہ میں عوام کو یہ فریب دیا جاتا ہے کہ حکومت تو تمہاری اپنی ہے تمہی نے ووٹ دے کر ہمیں اپنے نمائندے مقرر کیا تھا، لہذا ہم کچھ نہیں کر رہے بلکہ تم ہی سب کچھ کر رہے ہو۔ اس طریقہ سے عوام کے احتجاج کا گلہ گھونٹ دیا جاتا ہے۔

جمہوریت کس طرح ڈکٹیٹر شپ ہے؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جمہوریت میں وزیراعظم ملک کے سیاہ وسفید کا مالک ہوتا ہے۔ وہ اکثر قانون پہلے نافذ کرتا ہے اور پارلیمنٹ سے منظوری بعد میں لیتا ہے۔ اور اس کی پارٹی کے افراد اس کو منظوری دینے کے لئے مجبور ہوتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

سید عطاء المحسن بخاری

(قسط اول)

ختمِ نبوت

۱- نبوت نہ تو محض فکر کی بلندی کا نام ہے، نہ محض عملی صلاحیتوں کا اور نہ نبوت محض ظاہری تہذیبی و ثقافتی تبدیلیوں کا نام ہے بلکہ نبوت ایک ایسی قوتِ قدسیہ نبی کے جسم و روح میں پیدا کی جاتی ہے جو تمام عناصر لطیفہ پر ہر اعتبار سے غالب رہتی ہے، مثلاً ناطقہ، عاقلہ، عاملہ، یعنی عقیدہ، عبادت خلق، تدبیر منزل، سیاست مُدن، حکمتِ ادیان، حکمت ابدان غرضیکہ تمام جواھر سے مرصع ہوتا ہے اسکے معاملہ، قول و عمل میں جھول نہیں ہوتا۔

۲- نبوت ایک ایسا مقام و مرتبہ ہے جو محبت اور کسب سے حاصل نہیں ہوتا۔ نبوت اجتبائی منصب ہے جو وھبی نعمت ہے اور دنیا وآخرت کی تمام نعمتوں شرفوں، اور بزرگیوں سے بہتر و برتر ہے۔

۳- نبوت و عصمت گل و بلبل کی طرح لازم و ملزوم ہیں، عصمت ہی ایک ایسی صفتِ لازمہ ہے جو وحی والہام کی گراں باری برداشت کر سکتی ہے فرماں برداری، اطاعت کاملہ بھی عصمت کا خاصہ ہے۔

۴- جس قدسی صفت کو نبوت سے سرفراز کیا جاتا ہے وہ اپنے عہد و زمانہ میں اپنی مثال آپ ہوتا ہے، وہ زمانہ بھر میں ممتاز ہوتا ہے، اسکی زندگی بے داغ ہوتی ہے وہ دل و نگاہ کا پاکباز ہوتا ہے نہ اسکی آنکھ آلودہ ہوتی ہے نہ دل میلا ہوتا ہے۔ معصوم ہوتا ہے یعنی گناہ نہ کرے نہ پر اسے کامل قدرت حاصل ہوتی ہے دنیا کی کوئی ترغیب اسے مفاہمت پر آمادہ نہیں کر سکتی!

۵- نبی اپنے عہد کا سب سے مہذب انسان ہوتا ہے وہ خود تہذیب عطاء کرتا ہے وہ مروج تہذیبوں سے مفاہمت نہیں کرتا بلکہ اپنے عہد کی تہذیبوں کو ضَلالِ مبین کہتا ہے اسکے علی الرغم اسکی مخالف سمت میں چلتا ہے۔

۶- نبی متحرک زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی دین عطا کرتا ہے۔ وہ ملوکیت و سیاست ہو یا علم و حکمت ہو یا رشد و ہدایت ہو نبی اپنی استعداد کے اعتبار سے تمام مادی نظاموں پر حاوی ہوتا ہے۔

۷- نبی کو وحی والہام کے ذریعہ روح و جسم کا وہ منصب عطاء ہوتا ہے جو جہانوں میں کسی شخص کو نصیب نہیں ہوتا، نبی مجموعہ کمالات ہوتا ہے وہ بیک وقت روح کو بالیدگی بخشتا ہے اور جسم کو مطیع و فرماں بردار بناتا ہے مادے کو سکون دیتا ہے اور ارجی کے درجٔت بلند کرتا ہے۔

(بہ فیض قرآن کریم۔ بہ فیض ترجمان السنہ ج ۳)

۸- اللہ کے سوا ہر چیز کی ابتداء و انتہا ہے یہ ایک مسلم قانون ہے اسی طرح نبوت کی بھی ابتداء و

انتہاء کا ہونا بہت ضروری ہے، اور نبوت کی ابتدا اور انتہا ہے بھی، انسانی زندگی کا آغاز بھی طفولیت سے ہے۔ بہ تدریج انسانی جسم و عقل میں ترقی ہوتی گئی، تو جس طرح عہد طفولیت کا لباس جسمانی و بدنی ترقی کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے اسی طرح عقل و شعور انسان کی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی لباس (بھی بدلتا رہا) یعنی شریعت کا بدل جانا بھی ضروری تھا اس لئے مختلف نبوتیں اور شریعتیں آتی رہیں مگر جب عقل و شعور انسانی کی نشوونما مکمل ہوئی جب عقل اپنے عروج پر پہنچی تو سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی اور کائنات انسانی کے لئے کامل شریعت و نبوت کی نعمت نازل کی گئی۔

۹۔ ختم نبوت کا مسئلہ اسلامی تاریخ کے کسی بھی دور میں متنازعہ نہیں رہا نہ ہی اس مسئلہ میں شکوک و شبہات پیدا کئے گئے نہ ہی اس پر کبھی بحث و مباحثہ ہوا نہ مناظروں تک نوبت پہنچی نہ اس قسم کی گفتگو کی ضرورت محسوس کی گئی، یہ ایسا اجماعی اور متفقہ مسئلہ تھا کہ اسکی بنیاد پر مسیلمہ کذاب کے ساتھ جہاد واجب قرار دیا گیا اور اسود عنسی جیسے موذیوں کا راج پاٹ فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

۱۰۔ قرآنی آیات اور حضرت خاتم النبیین ﷺ کی تشریحات سے یہ مسئلہ اتنا واضح اور روشن تھا کہ عہد صحابہؓ، تابعین تبع تابعین سے لیکر اورنگزیب کے عہد تک جب بھی کسی شخص نے رداء نبوت چوری کرنے کی کوشش کی تو جہاد کی ابدی حقیقت کے جذبہ سے سرشار حکام نے ایسے وجود نامسعود سے دھرتی کو پاک کر دیا، اور جب تک مؤمن حکمران موجود رہے کسی متنفس کو بھی اس چمن میں گندے پاؤں داخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔

۱۱۔ انگریز ملعون نے جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کے سیاسی اقتدار پر قبضہ و تسلط کے بعد جہاں مسلمانوں کی معاشی قوت پامال کی وہیں اسی خبیث نے یہ بھی ضروری سمجھا کہ مسلمانوں کی دینی قوت، حمیت و غیرت پر کاری ضرب لگائی جائے چنانچہ فرنگی نے برصغیر میں تشکیک و ارتیاب کی فضا پیدا کی اور بڑی منصوبہ بندی سے مسلمانوں کے متفقہ عقیدہ ختم نبوت میں فکری دراڑ ڈالی اور یہ انگریز کا وہ مذہبی فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا، اس ابلیسی مقصدیت کے لئے فرنگی نے پنجاب کے پشتینی غدار اور ٹوڈیوں میں سے وہ فرزند ناہموار ہتھیایا جس نے نہ صرف وحدت امت کی چولیں ڈھیلی کر دیں بلکہ مستقل ایک مرتد فرقہ بنانے میں بھی کامیاب ہو گیا!

۱۲۔ فرقہ مرتدہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کے علم میں یہ بات تھی کہ جب بھی کسی نے سر اٹھایا ہے اور نبوت کی ٹھانی ہے تو جہاد کے متوالوں نے اس کی سرکوبی کی ہے اور ایسے مردود کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے غلام احمد قادیانی نے دین کی روح جہاد کی نفی کو اپنا ٹارگٹ بنایا اور بڑی تدبیر و تدریج سے مناظر اسلام سے لیکر مدعی نبوت تک کے مراحل طے کئے نبوت کا دعویٰ کرتے ہی سب سے پہلے غلام احمد قادیانی نے جس مسئلہ پر شب خون مارا وہ جہاد ہی تھا کہ اس جہاد کو ختم کرنے سے ہی اس کے آقایانِ ولی نعمت کے

اقتدار کو دوام حاصل ہو سکتا تھا۔ اور اس کے عوض میں غلام قادیانی کی شخصیت کو بھی بقاء وارتقا "بخشا" جا سکتا تھا سو وہ، ملا اور غلام احمد قادیانی فرنگی کی عنایات سے سیاسی، معاشی اور مذہبی طور پر ایک مضبوط قلعہ بن گیا!

۱۳۔ مرزا غلام احمد اور فلسفیوں کی تحقیق و دریافت میں نبوت ایک قوت قدسیہ ہے جو زہد، ریاضت اور کثرت عبادت سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ عبادات منصوص ہو یا فلسفیوں کی ایجاد، ان کے نزدیک نبوت بھی ایک صنعت و فن کی طرح کسی چیز تھی اور مرزا غلام احمد اور اسکا کمپیوٹر حکیم نور الدین اس جھوٹ کے ماننے اور جاننے والے تھے انہوں نے نہایت فنکاری سے قدسیت کی صفت تو اڑادی اور زہد، ریاضت، تقویٰ، عبادت کی بنیاد پر نبوت کا کاروبار چلانے کا نیا فلسفہ دیا اور اس فلسفہ ُخُمری میں ایک پیوند اور لگا دیا کہ وقت کی حکومت کی اطاعت اور وفاداری بھی ضروریات نبوت میں ہے جیسا کہ مرزا غلام احمد نے خود لکھا ہے اپنے بارے میں

(حوالہ) "اور جسکی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمتگزار ہیں اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے! ص ۲۶۲ ج ۱/۱ مجموعہ اشتہارات مرتبہ محمد صادق، مطبوعہ اپریل ۱۹۱۲ء بدر پریس قادیان۔

بقیہ از ص ۱۷

کی دوسری بیویوں سے زنا کرتا ہو، حسینؓ جیسا پاکباز کیا اس کی بیعت کا تصور بھی کر سکتا ہے....؟

لیکن حسینؓ کی اپنی اولاد میں سترہویں پشت میں سید مرتضیٰ علم الھدیٰ کہتا ہے کہ میرے جدّ امجد نے یزید بن معاویہؓ کے پاس جانے کے لئے وعدہ کیا۔ شرط لگا دی کہ وہاں لے چلو جو وہ کہے گا ماننے کو تیار ہوں۔ میرا مطالبہ پورا کر دو۔ معلوم ہوا کہ اس میں کفر بواح نہیں تھا۔ اسمیں زنا نہیں تھا۔ اسمیں شراب نوشی نہیں تھی۔ اسمیں امہات المؤمنین کی توہین کا تصور بھی نہیں تھا۔ اور کسی ماں کے ساتھ کوئی غلط حرکت نہیں کی۔

یہ رافضیوں کی من گھڑت ہے۔ جب سیدوں کے باوا جان خود یزید کے ہاتھوں میں ہاتھ دینے کے لئے تیار ہیں تو اور کون دنیا کا بدمعاش ہے جس کے لئے اس پر اعتراض کرنے کی گنجائش ہو۔ ہم کسی سبائی کو حسینؓ کی جوتی سے بھی بڑا نہیں سمجھتے۔ میں اس موضوع کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتا تھا لیکن

منہ آئی بات نہ رہندی اے

بچ آکھیاں بھانبڑ مچدا اے

ہُن مچدا اے تے مچے...... پہلے کونسی کمی ہوئی ہے۔

(سالانہ جلسہ خیر المدارس ملتان)

۲۹/جمادی الاولیٰ: ۱۴۰۱ھ مطابق ۵/اپریل: ۱۹۸۱ء

(خطاب بعد ظہر)

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی نعمانی (لندن)

(بیاد مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی مرحوم)

دل کی دل ہی میں رہی!

برادرم مرحوم مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی نے گزشتہ سال اکتوبر 1994ء میں یکایک سفر آخرت کی راہ لی اور اس طرح وہ بہت سی باتیں جو ایک ملاقات کے انتظار میں تھیں دل کی دل ہی میں رہ گئیں۔ اللہ انہیں اپنی مغفرت اور رحمتوں کے سائے عطا فرمائے۔ مرحوم سے کوئی شناسائی، کوئی راہ و رسم 1992ء سے قبل نہ تھی۔ جنوری 1992ء میں راقم الحروف کی کتاب "واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر" لکھنؤ سے شائع ہوئی اور شدہ شدہ موصوف کے ہاتھ تک پہنچ گئی۔ بس اسی نے اس چند روزہ راہ و رسم کی بنیاد رکھ دی کہ ان کا دنیا سے یکایک رخصت ہو جانا کہ ایک بار بھی ملاقات کی نوبت نہ آنے پائی۔ بظاہر ان کی یاد کے ہر موقع پر دل میں ایک چبھن کا باعث ہوتی رہے گی۔

واقعۂ کربلا پڑھ کر مرحوم نے اپنا تاثر ایک بڑے بلند آہنگ مضمون کی شکل میں نقیب ختم نبوت ملتان میں شائع کرایا۔ یہ مضمون کتاب کی ستائش کے ساتھ ساتھ مصنف اور اس کے گھرانے کے لئے اس قدر خلوص و محبت کا بھی آئینہ دار تھا کہ ایسے شخص سے محبت کئے بغیر رہا بھی نہ جائے۔ فوری طور پر لازم ہوا کہ ان کی اس خلوص اور محبت کا جواب اعتراف تشکر سے دیا جائے، چنانچہ اس سلسلے میں انہیں خط لکھا اور اتفاق ہے کہ یہ 92ء کے اکتوبر ہی کا مہینہ تھا اور اس کی 22 تاریخ تھی کہ یہ خط ان کو ملا یعنی مرحوم کی وفات سے دو سال پہلے اور اس کے بعد ان سے خط و کتابت کا رشتہ قائم ہو گیا۔ یہ خط و کتابت ہی مرحوم سے اپنے سلسلۂ تعلق کی کُل کائنات ہے۔ اس خط و کتابت کے رشتے کی بنیاد صرف مرحوم کا خلوص اور محبت ہی نہ تھی بلکہ انداز فکر اور مذاق کے لحاظ سے بڑی ہم آہنگی بھی ان کے یہاں نظر آئی۔ لکھنے اور بات کہنے کا سلیقہ بھی انہیں اللہ نے دیا تھا، جس سے اپنے ذوق و مزاج کو مناسبت ہے۔ ان کی تحریریں نقیب ختم نبوت کے ذریعے ہی سامنے آتی رہیں۔ جن میں بیان کی سادگی کے ساتھ بڑی شگفتگی بھی ہوتی تھی اور نہایت کار آمد مواد بھی۔

مرحوم سے جس زمانے میں راہ و رسم کی بنیاد پڑی اس زمانے میں نقیب ختم نبوت کا امیر شریعت نمبر حصہ اول شائع ہوا تھا۔ مرحوم کے مضمون سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ خاندانی احراری ہیں اور ان کے علمی ذوق کا اندازہ تو ہو ہی چکا تھا، اس لئے یہ نمبر مطالعہ میں آنے پر راقم کے ذہن میں جب یہ ایک سوال پیدا ہوا کہ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی امیریٔ شریعت کا انعقاد تو اتنی دھوم دھام سے ہوا مگر آپ کے ماتحت کسی نظام امارت کا کہیں پتہ نہیں چلتا، یہ کیوں؟ تو مرحوم ہی کی طرف ذہن گیا کہ یہ سوال ان سے کیا جانا چاہئے۔ ستائیس اپریل 93ء کے اپنے مکتوب میں وہ میرے اس سوال کی رسید دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"نقیب ختم نبوت کے نمبر کے حوالے سے حضرت شاہ جی کے امیر شریعت بنائے جانے کے ضمن میں آپ کا سوال بڑا اہم ہے۔ شاہ جی خود کو محسود العلماء قرار دیتے تھے۔ مولانا آزاد قدس سرہٗ کے ساتھ اہل علم نے جو سلوک کیا اور جس سلوک سے مولانا سندھی کو دوچار ہونا پڑا اُس قسم کے حالات یہاں بھی تھے اس وجہ سے معاملات شاید آگے نہ بڑھ سکے۔ اس کے ساتھ ہی میرے خیال میں پنجاب کا بالخصوص مزاج ہنگامہ پروری بھی سد راہ تھا۔ پھر بقول بعض یہ ساری کاوش ہی مرزائیت کے لئے تھی اس سے زیادہ کسی نے سوچا ہی نہ تھا نہ بنانے والوں نے نہ بننے والوں نے"

آگے لکھتے ہیں:

"بہر حال یہ محض اشارات ہیں نقیب کے نمبر کے دوسرے حصے کے لئے اپنے لکھے جانے والے مضمون میں شاید اس مسئلے پر قلم اٹھا سکوں"

چنانچہ امیر شریعت نمبر جو امسال شائع ہوا اُس میں مرحوم کے مضمون میں اس سوال سے تعرض شامل ہے اس سوال سے تعرض تو مضمون کا محض ضمنی حصہ ہے۔ اصل مضمون کے بارے میں اپنا یہ تاثر مرحوم کی اس یاد کے موقع پر تذکرے میں لانا بالکل مناسب ہو گا کہ پورے نمبر میں یہ مضمون اس لحاظ سے منفرد ہے کہ شاہ صاحب کو ایک صاحب علم کی حیثیت سے بھی

سامنے لاتا ہے ورنہ وہ ایک سحر طراز اور شعلہ بیان خطیب ہیں۔ ایک انتھک مجاہد، سراپا شجاعت اور مجسمۂ استقامت ہیں۔ عشق رسول ؐ سے سرشار اور فقر غیور کے امانتدار ہیں۔ ادب کا ذوق بھی بلند پایہ، اخلاق بھی عالی، مزاج حکیمانہ وغیرہ وغیرہ۔

غرض یہ مضمون بھی مرحوم کے علمی اور انتہائی تحقیق پسند مذاق کا شاہد ہے۔ مرحوم کے اسی ذوق و مزاج کا اندازہ کر کے راقم نے ایک دوبار ان سے علمی معاملات میں ایسی معلومات کے لئے معاونت بھی چاہی جو پاکستان ہی سے مہیا ہو سکتی تھیں۔ اس سلسلے میں ان کا ابتدائی جواب مجھے ان کے 13 نومبر 93ء کے خط سے ملا، جس میں طبیعت کی خرابی کی بناء پر جواب میں تاخیر کی معذرت کے ساتھ کچھ مختصر گفتگو میرے سوالات کی بابت کرتے ہوئے انہوں نے لکھی اور مفصل جواب کے لئے آئندہ خط کا وعدہ کیا تھا، مگر مجھے لگتا ہے کہ اس کے بعد ان کی طبیعت اس قابل نہ ہو سکی یا ان کی دوسری معروفیات نے اجازت نہ دی کہ وہ میری مطلوبہ معلومات کی فراہمی کی طرف جلد متوجہ ہو سکیں، حتی کہ 13 نومبر 93ء کا خط ہی میرے نام ان کا آخری خط ہو کر رہ گیا، حالانکہ راقم نے اس کے بعد ایک دو خط بعض دوسرے عنوانات کے لئے بھی ان کو لکھے اور ان میں سے ایک کے جواب کا خاص طور پر انتظار رہا جو مولانا آزاد مرحوم پر ان کے ایک دفاعی مضمون کے سلسلے میں تھا۔

مرحوم کے ابتدائی خطوط ہی سے یہ بات سامنے آ چکی تھی کہ وہ بچپن سے کچھ عوارض کے شکار ہیں جن میں وقتاً فوقتاً زور پیدا ہو جاتا ہے تو پھر زندگی معطل ہو جاتی ہے۔ اگست 93ء کے ایک خط میں اس چیز کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ!

"اسی قسم کی صورت حال اب پھر پیش آئی ہے، بہرحال اللہ کا شکر گزار ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ معذوری کی زندگی سے بچا کر استقامت علی الدین کے ساتھ خیر و بھلائی کے کاموں کی توفیق عطا فرماتا رہے، آپ جیسے مخلص سے بھی اسی قسم کی دعا کا محتاج ہوں۔"

مرحوم کی قابل قدر اور قابل ذکر باتوں میں مجھے ان کی اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ وہ محبت بھی نظر آتی ہے، جس کی حفاظت اور برقراری کے لئے وہ مجھے اکثر دعا کا کہا کرتے تھے، چنانچہ اوپر دیئے ہوئے اقتباس کے آگے مزید یہ الفاظ بھی اسی خط میں تھے کہ "ساتھ ہی یہ کہ حضرت والدہ ماجدہ مدظلہ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور ہم سب بہن بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے جس رحمت سے اتفاق کی دولت سے نواز رکھا ہے اس میں دراڑ نہ آئے بلکہ یہ سلسلہ بیش از بیش ہو۔"

فتنوں کے اس زمانے میں جبکہ رشتے اپنی اہمیت کھوتے جا رہے ہیں، کسی شخص کا ان کے سلسلے میں حساس اور فکرمند ہونا کہ وہ اپنے ہر محبت سے اس کے لئے بھی دعا چاہے، بڑی توفیق کی بات ہے۔ دعا ہے کہ اللہ مرحوم کی والدہ ماجدہ کا سایہ ان کے باقی بہن بھائیوں پر تادیر قائم رکھے اور ان سب میں وہی رشتۂ محبت و اخوت برقرار رہے جس کے لئے مرحوم دعاؤں کے طالب تھے۔

مجلس احرار اسلام سے تعلق کی طرح خانقاہ سراجیہ (کندیاں) سے بھی خاندانی تعلق کی عزت مرحوم کو حاصل تھی۔ قدرتی طور پر اپنے بزرگوں سے دلی تعلق رکھتے تھے۔ الفرقان میں راقم کا مضمون "نسخۂ انسانیت" پڑھا جو مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مدنی کے اقتباسات سے تھوڑی سی تمہید و تعلیق کے ساتھ مرتب کیا گیا تھا۔ اس پر خط آیا تو معلوم ہوتا تھا جیسے دل کی کلی کھل گئی۔ آپ نے لکھا کہ

"ہر چند کہ حضرت اقدس کے مکتوبات کا نسخہ لگ بھگ تیس برس قبل ہندوستان (دیوبند) سے منگوایا اور پھر وقتاً فوقتاً اس کو دیکھا اور دیکھتا رہتا ہوں۔ لیکن آپ نے جس تمہید و تمت کے ساتھ مولانا کے اقتباسات نقل کئے ہیں ان کا بہت اثر ہوا اور دل سے دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسے مفید کاموں کے لئے مدتوں صحت و عافیت سے زندہ و سلامت رکھے۔"

یہ خط یکم مارچ 93ء کا ہے اور میں الحمد للہ مرحوم کی دعا سے صحت و عافیت کے ساتھ زندہ و سلامت ہوں، مگر افسوس مرحوم نے وفا نہ کی۔ میں اس دفعہ والد ماجد (حضرت مولانا نعمانی مدظلہ) کی خدمت میں تقریباً چھ ماہ ہندوستان رہ کر آیا۔ مرحوم نے انہی دنوں کہ میں اُدھر کو چلا تھا آشیانہ چمن سے اٹھا نہ لیا ہوتا تو میری یہ خواہش ضرور عمل کا جامہ پہن لیتی کہ چند دن کے لئے پاکستان جایا جائے۔ اسی خواہش کے ماتحت کہ ان سے ملاقات ہو۔ جولائی 93ء میں لکھا کہ برطانیہ میں کانفرنسوں کا ایک سلسلہ چل رہا ہے اور آپ ہی کے یہاں کے حضرات اس کے سب کچھ ہیں، اس سلسلے میں ہر سال علمائے کرام کی تشریف آوری ہوتی ہے۔ بھائی ایک آدھ بار قرعہ آپ کے نام بھی نکل آنا چاہیے۔

میرا یہ خط تو اپنے مقصد میں کچھ کامیاب ہو سکا، البتہ یہ افسوسناک خبر اپنے جواب میں لیکر آیا کہ
کشمیر کے بعض نوجوانوں نے جو وہاں مقیم ہیں احقر کا نام پہلے ہی سال کی کانفرنس کے لئے دیا تھا لیکن ارباب حل و عقد نے محض اس لئے نامنظور کر دیا کہ احقر میاں ضیاءالحق کے اقدامات کا شدید ناقد تھا"

یہ خبر راقم کے لئے افسوسناک اس معنی میں تھی کہ ضیاءالحق مرحوم پر کسی کی تنقید اور اس کا اختلاف تو کسی ایسے دائرے کی چیز نہ تھی، جس میں مختلف آراء کا حق تسلیم نہ کیا جا سکے اور اسکی بناء پر افتراق بین المومنین کا جواز پیدا ہو۔ بعض لوگوں کا خیال ہو سکتا ہے کہ اس ناخوشگوار واقعہ کا ذکر نہ کیا جاتا تو اچھا تھا، مگر راقم نے سوچ سمجھ کر اس کو ضروری جانا ہے اور وہ اس لئے کہ چاہے اس خاص واقعہ کی صورت بے بعینہ نہ رہی ہو جو اوپر بیان کی گئی ہے بلکہ اس سے کچھ مختلف رہی ہو اور مولانا مرحوم کو بات صحیح طور سے نہ پہنچی ہو لیکن ایسے واقعات امت میں اب بالکل عام ہو گئے ہیں اور اس سے روز نئی نئی نفرتوں اور گروہ بندیوں کا جنگل اگا جا رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کا کہیں شائبہ بھی پایا جائے تو اس پر اصولی حیثیت سے نکیر کئے بغیر نہ چھوڑا جائے۔

اس قصے کی مناسبت سے چند سطریں اور لکھتے ہوئے مرحوم نے بات ان الفاظ پر ختم کی تھی کہ "یہ ایک المناک داستان ہے زندگی میں ملاقات کا موقع میسر آیا تو دل کی بات عرض کروں گا"

اُدھر تو دل کی دل میں رہی تھی افسوس اِدھر بھی دل کی دل ہی میں رہ گئی اور ملاقات کا موقع میسر نہ آیا۔ ایک افسوس اور بھی رہا کہ راقم کا ایک مجموعہ مضامین ہندوستانی مسلمانوں کے حالات سے متعلق "راستے کی تلاش" ایک سال قبل شائع ہوا۔ مرحوم کے علم میں آیا تو دیکھنے کی خواہش کی۔ راقم نے اسکی ترسیل کا انتظام کرتے ہوئے ان کو لکھا کہ آپ کی زیادہ دلچسپی کا مجموعہ آئندہ بالا ہو گا، جس میں کچھ علمی نوعیت کے مضامین بھی ہیں، وہ انشاءاللہ تیار کر کے میں آپ کو بھجوا دوں گا۔" افسوس ہے کہ یہ مجموعہ "مجھے ہے حکم اذاں" کے نام سے امسال جنوری میں اشاعت پذیر ہوا تو موصوف اس عالم میں جا چکے تھے جہاں اسکی ترسیل کا کوئی بندوبست اپنے بس کی بات نہیں ہے، رہے نام اللہ کا۔

(بشکریہ روزنامہ پاکستان لاہور ۳۱ر اکتوبر ۱۹۹۵ء)

بقیہ از صـ ۳۵

اسمبلی نے کیوں غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا؟ قادیانی اپنے انتقام میں اندھے ہو کر کراچی کو بین الاقوامی سازشوں کے گرداب میں دھکیلنے میں بیرونی قوتوں کے مکمل آلہ کار بن چکے ہیں۔ جن کے ذریعہ تخریب کار عناصر کو دھڑا دھڑ اسلحہ فراہم کیا جا رہا ہے۔ اور کراچی میں مشرقی پاکستان کی تاریخ دہرانے کی تیاریوں کو آخری شکل دی جا رہی ہے۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ قادیانیوں کے تعاقب کے لئے اندرون و بیرون ملک مجلس احرار اسلام کے وفود دورہ کریں گے۔ اجلاس کے آخر میں مجلس احرار اسلام کے مرکزی قائد، جانشین امیر شریعت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری اور ممتاز عالم دین مولانا محمد اسحٰق سندیلوی کی وفات پر گہرے غم کا اظہار کیا گیا، ان کی دینی، علمی، فکری اور تحقیقی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ شرکاءِ اجلاس نے کہا کہ قائد احرار حضرت ابوذر بخاری رحمہ اللہ نے چالیس برس تک مقام و منصبِ صحابہ اور سیرت ازواج و اصحابِ رسول علیہم السلام جیسے اہم اعتقادی موضوع پر تقریر و تحریر کے ذریعے مسلمانوں کی رہنمائی کی آخر میں انکے لئے دعاء مغفرت کی گئی۔ اللہ تعالیٰ دونوں بزرگوں کی دینی خدمات کو قبول و منظور فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے (آمین)

جمہوریت نے ملک میں خانہ جنگی کی فضا قائم کر دی ہے

جمہوریت کے ذریعے اسلام کبھی نافذ نہیں ہوسکتا۔ اقوام متحدہ مسلمانوں کا قاتل ہے

کراچی کی بربادی میں قادیانی بھی شدت سے سرگرم ہیں

مجلس احرار اسلام پاکستان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس اور قرار دادیں

مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کا اجلاس ۲۶/۲۵/اکتوبر ۱۹۹۵ء کو دارِ بنی ہاشم ملتان میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں ملکی امن و امان کی بگڑتی ہوئی حالت پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسے ملکی سلامتی اور استحکام کے لئے انتہائی خطرناک قرار دیا گیا۔ اجلاس میں منظور کی جانے والی قرار داد میں کہا گیا کہ حزبِ اقتدار اور اپوزیشن کی مخاصمانہ چپقلش پاکستان میں خانہ جنگی کی راہیں ہموار کررہی ہے۔ صوبائی، لسانی اور نسلی تعصبات کو ایک منظم سازش کے تحت ہوادی جارہی ہے۔ تاکہ ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی، افراتفری، قتل و غارت گری اور تخریب کاری کو اس نہج پر پہنچا دیا جائے تاکہ بیرونی قوتیں پاکستان میں اپنی آزادانہ مداخلت کا جواز مہیا کرسکیں اور نااہل سیاستدان بیرونی آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر عملاً ایسے اقدامات دانستہ طور پر کررہے ہیں۔ جن کی بدولت وہ اپنے مفادات کو باسانی حاصل کرسکیں۔ اس گھمبیر صورتِ حال سے چھٹکارا اسی وقت ممکن ہے۔ جب لادین جمہوریت کی بجائے خالص اسلامی شورائی نظام کا نفاذ عمل میں لایا جائے گا۔ گزشتہ پچاس برس کی ملکی تاریخ اس حقیقت کی شاہد عدل ہے کہ وطنِ عزیز کی تباہی میں سب سے بڑا کردار لادین سیاستدانوں کا ہے۔ جو لادین جمہوری نظام کا شاخسانہ ہے۔ اجلاس میں عالم اسلام کی زبوں حالی، بالخصوص کشمیر، بوسنیا، الجزائر اور افغانستان میں امریکی دہشت گردی اور امریکہ کے ظالمانہ رویے کی بھرپور مذمت کی گئی۔ اقوام متحدہ کی پچاسویں سالگرہ کے سلسلہ میں کہا گیا کہ اقوام متحدہ دنیا میں امن و امان کی بحالی اور انسانی حقوق کے تحفظ میں ناکام ہوچکا ہے۔ سوویت یونین کے انہدام کے بعد اقوام متحدہ امریکی سامراج کا ایک ذیلی ادارہ بن کر رہ گیا ہے۔ جس سے کسی انصاف کی توقع رکھنا قرین قیاس نہیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم دنیا متحد ہو کر ایسا مضبوط بلاک تشکیل دے جو، یہود و نصاریٰ کی مکروہ سازشوں کا تار و پود بکھیر کر رکھدے، اجلاس میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی ریشہ دوانیوں اور انکی پشت پناہی میں حکومت کے کردار پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ملک بھر میں بالخصوص سندھ میں قادیانی تخریب کاروں کی کھلم کھلا تخریبی کارروائیوں کا سختی سے سدباب کیا جائے کیونکہ کراچی کی بربادی میں قادیانی لابی بڑی شدت سے کارفرما ہے۔ قادیانی پاکستان سے اس بات کا انتقام لینے کے درپے ہیں کہ انہیں پاکستان کی قومی

بقیہ صـ ۳۴ پر

مجلسِ احرارِ اسلام
ضلع رحیم یار خان کے سالانہ اجتماعات

احرار رہنما درج ذیل مقامات پر مقررہ تاریخوں میں خطاب کریں گے۔

ابنِ امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری۔ مولانا محمد مغیرہ

تاریخ	دن	مقام
۳۰ نومبر	جمعرات	شہباز پور۔ بعد ظہر
۱ دسمبر	جمعہ	جامع مسجد، ختمِ نبوت شہزاد کالونی جمال دین والی روڈ صادق آباد (خطبۂ جمعہ)
۲ دسمبر	ہفتہ	چک ۱۴۰ نزد صادق آباد بعد نماز عشاء
۳ دسمبر	اتوار	مدرسہ امیرِ معاویہ مومن آباد۔ کے۔ ایل۔ پی روڈ نزد اقبال آباد۔ بعد ظہر
۴ دسمبر	سوموار	جامع مسجد چوک رازی خان پور۔ بعد نماز عشاء
۵ دسمبر	منگل	بستی دھرانی۔ بعد ظہر
۶ دسمبر	بدھ	بستی پروچڑاں۔ بعد ظہر
۷ دسمبر	جمعرات	چاد رانجھا۔ بعد ظہر
۸ دسمبر	جمعہ	غازی پور۔ (خطبۂ جمعہ)
۹ دسمبر	ہفتہ	بستی نوحانیاں۔ بعد ظہر
۱۰ دسمبر	اتوار	بستی قیصر چوہان۔ بعد ظہر
ابنِ امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری۔ سید محمد کفیل بخاری		
۱۱ دسمبر	سوموار	بستی اسلام آباد۔ بعد ظہر
۱۲ دسمبر	منگل	جامعہ قادریہ، رحیم یار خان۔ بعد عشاء
۱۳ دسمبر	بدھ	خانواہ۔ بعد ظہر
۱۵ دسمبر	جمعہ	مسجد ختمِ نبوت، شہزاد کالونی صادق آباد (خطبۂ جمعہ)

ادارہ

دینی مسائل کا حل

نقیبِ ختمِ نبوت کے بہت سے قارئین وقتاً فوقتاً اپنے دینی مسائل کے حل کے لئے ادارہ کی طرف رجوع کرتے رہتے ہیں۔ ذیل میں دینی مسائل کے حوالے سے ایک کالم شروع کیا جا رہا ہے۔

جو احباب اپنے سوالات بھیجنا چاہئیں وہ ڈاک لفافے پر قوسین میں (دینی مسائل) لکھ دیا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سبکو دین اسلام پر مکمل طور پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (ادارہ)

سوال: آج کل کلومیٹر کا نظام رائج ہے کتنے کلومیٹر پر قصر نماز اداء کی جائیگی؟ (محمد اقبال، ملتان)

جواب: ۷۷ کلومیٹر پر

سوال: سفر کے لئے گھر سے روانہ ہو کر ریلوے اسٹیشن یا بس سٹاپ پر پہنچ کر نماز قصر ادا کرنا ہو گی یا مکمل؟ قصر نماز کا حکم کہاں سے شروع ہوتا ہے؟ (محمد یوسف)

جواب: مسافر جب ۴۸ میل ۷۷ کلومیٹر یا اس سے زیادہ کے سفر کا ارادہ کر کے شہر سے نکل جائے تو قصر کر سکتا ہے۔ بس سٹاپ یا ریلوے اسٹیشن پر مکمل نماز ادا کی جائے گی۔

سوال: فرض نماز میں تیسری یا چوتھی رکعت میں بھول کر سورۃ فاتحہ تلاوت نہیں کر سکا یا فاتحہ تو پڑھی اور اس کے ساتھ سورت بھی ملالی کیا اس صورت میں نماز ادا ہو گی؟ سجدہ سہو تو لازم نہیں آئے گا؟ (رحیم بخش)

جواب: کسی صورت میں سجدہ سہو لازم نہیں ہو گا۔

سوال: میرا وطنِ اصلی چیچا وطنی ہے۔ میں کئی برس سے بہ سلسلۂ تعلیم لاہور مقیم ہوں۔ اب گوجرانوالہ میں ملازمت کے سلسلہ میں روازانہ آنا جانا ہوتا ہے۔ چیچا وطنی پندرہ یوم یا ایک ماہ بعد جاتا ہوں۔ کبھی پندرہ یوم سے کم بھی۔ کیا اس صورت میں مجھے لاہور میں قصر نماز ادا کرنا ہو گی یا مکمل؟ (محمد عاصم)

جواب: مکمل نماز ادا کرنا ہو گی۔

تجزیہ
سید عطاء المحسن بخاری

اسلامی انقلاب اور "فلسفۂ اتحاد"

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی خدمت میں چند معروضات

تنظیم اسلامی پاکستان کے امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے ایک حالیہ خطاب میں مذہبی جماعتوں کے اتحاد کے ضمن میں بعض سخن گسترانہ باتیں کہی ہیں۔ ذیل میں اُنہی کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اپنے ڈھب سے دین کا کام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ انکی مدد فرمائے (آمین)۔ ان کو اور ان کے کام کو پسند کرنے والے لوگ بھی پاکستان میں پائے جاتے ہیں اور ان کے رویوں کو ناپسند کرنے والوں کی بھی کمی نہیں..... ان لوگوں کی بھی کمی نہیں جو انکی تنظیمی روش کو جماعت اسلامی، مسلم لیگ اور حزب اللہ کا "مرکب اضافی" سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ اس عہد خراب میں خوبیوں کا مجموعہ ہیں اور "مجموعہ عطر" کی طرح خوشبودار بھی ہیں۔ اور یہ کہ، ان کی خوشبو پھیل کر تا بحد کاشغر پہنچ جائیگی۔ پھر وہ کاشغر سے جب واپس پلٹے گی تو پاکستان کو "مدینتہ الدکتور" بنا دے گی..... اور یہ پاکستان ہی اب مولد الاسلام اور مہد اسلام ہے اور یہ کام اس داعیٔ خلافت کے ہاتھوں سرانجام پائے گا!..... اسی طرح کی خوش فہمیوں کا جال ڈاکٹر صاحب نے اپنے گرد بن رکھا ہے۔ اللہ کرے وہ اس خوش فہمیوں کے سیلِ افکار میں حقیقت تک رسائی حاصل کر لیں تاکہ وہ تمام کائی اتر جائے جو بالعموم ٹھہرے ہوئے پانی کے اُوپر جم جاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب محترم کبھی کبھی ہم مجلس احرار والوں پر بھی "کرم" فرماتے ہیں۔ نہ جانے اسمیں انہیں کیا مزا آتا ہے جبکہ ہم نے کبھی بھی ڈاکٹر صاحب کے راستہ میں روڑے اٹکانے کی دانستہ یا نادانستہ کوئی کوشش نہیں کی، نہ ان کے متعلق رائے زنی کی۔ ہمیشہ ان کو اچھے نام سے یاد کیا۔ ان کے کام کو سراہا۔ البتہ انہیں ایک ایسی روش پر چلنے والا الگ تھلگ آدمی سمجھا کہ جو خالصتاً انکی اپنی اختراع ہے اور بس۔ یہی وجہ ہے کہ کئی لوگوں نے ان سے، یا کئی لوگوں سے انہوں نے قریب ہونے کی کوشش کی مگر ان کا غیر مشروع "پروٹوکول" ان کے قرب کی شدت، حدت اور تمازت و حرارت کو بڑھاتا پایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب اس وقت تک کسی کو قریب نہیں آنے دیتے جب تک وہ ڈاکٹر صاحب کو اس عہدِ خراب کا عبقری سمجھ کر ان کے

قرب میں دوزانو نہ ہو اور ان کے مزعومات کو من و عن تسلیم نہ کرلے۔ (۱)

ڈاکٹر صاحب نے پاکستان میں دینی انقلاب کو وجود بخشنے کے لئے ایک فارمولا (بروزنِ ہاضمولا) بھی فضا میں بکھیرا ہے اور اس خوش فہمی کی اساس پر کہ وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں حرف آخر ہے۔ اور..... مستند ہے ان کا فرمایا ہوا! حالانکہ ڈاکٹر صاحب جس اتفاق و اتحاد کے لئے بہ ظاہر کوشاں نظر آتے ہیں اس اتفاق و اتحاد کی دعوت کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے ہر دینی جماعت کی تقسیم اور ٹوٹ پھوٹ کو نفاق کہا ہے۔ (۲)

اگر صرف غلط کہا ہوتا تو بات بڑی معقول اور وزنی ہوتی مگر انہوں نے نفاق جیسی تہمت لگا دی۔ میں پوچھتا ہوں، کیا اس سے اتفاق و اتحاد کی فضا قائم ہوگی؟ آپ سے اتحاد یا اشتراک کے لئے کوئی آمادہ ہوگا؟ نفاق کی تہمت لگانا ڈاکٹر صاحب کے لئے کیسے جائز ہوگیا؟ حدیثِ پاک میں نفاق کی جو علامتیں مذکور ہیں کیا وہ ان جماعتوں کے منقسم گروہوں میں پائی جاتی ہیں؟ اگر یہ صحیح ہے تو آپ اس سے کیسے بچ سکتے ہیں۔

(۱) آپ نے بھی جماعت اسلامی میں نفاق کا بیج بو کے الگ حلقہ بنایا۔

(۲) آپ نے بھی "منافقانہ روش" اختیار کر کے تقسیم در تقسیم کا عمل بد کیا۔

(۳) آپ نے بھی نفاق کی اساسِ بد پر اپنی تنظیم اسلامی کی کج مج دیوار بنائی۔

(۴) یہ کہا جاسکتا ہے (اور لوگ کہتے ہیں) کہ آپ نے قیادت کی خواہش زبوں کی بنیاد پر علیحدگی اختیار کی۔

(۵) آپ بھی الیکشن کے قائل ہیں۔ فرق صرف مولانا مودودی اور ڈاکٹر اسرار کا ہے۔ دوسرا فرق وقت کا ہے اور تیسرا افرادی قوت کا۔ مولانا مودودی الیکشن کے جواز کا کہیں تو غلط، آپ جواز کا "غیر مفتی بہ" قول پیش کریں تو صحیح؟ جواب نہیں آپ کا! (۳)

آپ فرماتے ہیں کہ دیو بندیوں کو ایک "عظیم اتحاد" (لگتا ہے خواب دیکھا ہے) سے پہلے باہم متحد ہو جانا چاہیئے۔ (۴)

یہی بات لوٹا کے آپ کو کہی جاسکتی ہے کہ ایک غالب اکثریت کو متحد کرنے سے پہلے آپ جماعت اسلامی میں ضم، مدغم بلکہ گم ہو جائیں۔ نعیم صدیقی گروپ، مولانا امین احسن اصلاحی گروپ اور دیگر "جماعتی" گروپوں کو جماعت اسلامی میں مدغم کریں تاکہ نفاق ختم ہو۔ اور تنظیم اسلامی کا نفاق تو اظہر من الشمس ہے کہ آپ مولانا مودودی کی دعوت، طریقِ کار، طریقِ انقلاب، طریقِ قیامِ حکومت..... ان سب سے متفق ہونے کے باوجود الگ تھلگ ہیں اور چند ہیولوں کو صحرائے خراسان میں یوں لئے پھرتے ہیں جیسے قوم موسیٰ علیہ السلام وادیٔ تیہ میں! پھر آپ نے اہل حدیث مکتب فکر کو "ثالث ثلاثہ" سمجھ ڈالا۔ (۵)

کیا یہ دعوت کے طریق میں ہے؟ یہ داعیانہ رویّہ ہے؟ جو لفظ اللہ نے کافروں کے لئے استعمال کیا وہ آپ نے امت کے ایک صالح طبقہ کے لئے لکھ دیا۔ کیا یہ "جوڑ" کا عمل ہے؟ اس رویے اور ان الفاظ کی کاٹ سے کیا پیدا ہوگا؟ ایسے لفظوں سے لوگوں کو پکارنا بجائے خود نفاق تو نہیں؟ ذرا غور کیجئے یہ لب و لہجہ جو آپ نے سب کے لئے استعمال کیا ہے یہ سب و شتم کی ذیل میں تو نہیں آتا؟ اور سب سے بڑا ستم جو آپ نے

کیا وہ تمام لوگوں پر بڑی بڑی خطیر رقمیں ہڑپ کرنے کا الزام ہے۔ (۶)
اس پر بھی غور فرمائیے کہ یہ الزام بھی کہیں غیبت یا تہمت کے ضمن میں تو نہیں آتا؟
دشنام
الزام
تہمت
غیبت
ملامت
استہزائی لب ولہجہ
اپنی رائے کو برتر سمجھنا
اس پر اڑ جانا
اور بہت سی باتیں..... کیا یہ رویے حدیث پاک کی روشنی میں نفاق کی علامتیں تو نہیں؟ ذرا مطالعۂ حدیث وسیع فرمائیں!

ہم پر آپ نے یہ پھبتی کسی ہے کہ مجلس احرار اسلام عجائب گھر کی زینت بن چکی ہے۔ (۷)
(خبر لیجئے..... دہن بگڑا)! ڈاکٹر صاحب قبلہ! جتنے لوگ آپ کی لن ترانیاں سننے کے لئے جمع ہو جاتے ہیں اتنے لوگ جمع کر لینا اسلامی انقلاب کا متبادل نہیں۔ ہاں اس سے تسلی خاطر ہو جاتی ہے بلکہ نگاہوں کو ایک پوری "قوم" سمع وطاعت پر آمادہ و تیار دکھائی دیتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب! سینکڑوں احرار کارکن اس وقت بھی زادالتقویٰ کی اساس پر ہمہ تن، ہمہ وقت عمل کی وادی میں ہیں (اور آپ کی خواہش کے مطابق) "طبقات" کی بنیادوں کی نفی کرتے ہوئے، دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ (۸)

ڈاکٹر صاحب! جس انداز سے انبیاء کی امتیں چلتی تھیں تو لوگ انہیں دیکھ کر
"هُم اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّای"
(وہ ہمارے کمی کمیرے ہیں) ہود، آیت ۲۷
کہا کرتے تھے۔ بلاتشبیہ..... آپ بھی ہمیں بادیٔ نظر میں درخور اعتناء نہیں سمجھتے۔ (اعاذنا اللہ منھا) آمین

آہستہ	خرام	بلکہ	مخرام
زیر قدمت	ہزار	جان	است!

وَاللّٰہُ یَھدِینَا وَ یَھدِیکُم اِلیٰ سَوَاءِ السَّبِیل

حوالہ جات

(۱) "گزشتہ سال ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ایک بڑی کانفرنس کی۔ انہوں نے قوم کے سامنے رکھا کہ کم از کم وہ جماعتیں اکٹھی ہو جائیں جو انتخابات کی قائل نہیں ہیں۔ تین نام سامنے آئے۔ ایک ڈاکٹر صاحب خود تھے، دوسرے مولانا محمد اکرم اعوان صاحب اور تیسرا یہ عاجز۔ یہ میری عاجزانہ درخواست تھی کہ جو فیصلہ بھی کیا جائے وہ تینوں اکٹھے کریں۔ میں چونکہ اسلام آباد میں ہوں اور یہیں میری فورس ہے، اس لئے اسلام آباد کی حد تک دونوں جماعتیں میرا بھرپور ساتھ دیں۔ لیکن تین حاضریوں کے بعد بھی ڈاکٹر اسرار صاحب کا یہی اصرار ہے کہ "تم بیعت کر لو، واپس آجاؤ"۔ اب آپ ہی بتائیے "تعاونوا علی البر والتقویٰ" کس بلا کا نام ہے؟" (انٹرویو: میجر (ر) محمد امین منہاس۔ قائدِ تحریک فہم القرآن) ہفت روزہ تکبیر کراچی۔ ۱۰ اگست ۱۹۹۵ء ص ۳۰

(۲) "ان سب پر مستزاد مذہبی جماعتوں کا باہمی نفاق ہے جو روز بروز تقسیم در تقسیم کی صورت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے" (ص ۱۹ میثاق اکتوبر ۱۹۹۵ء)

"مذہبی جماعتوں نے انتخابی سیاست کو اپنا میدان کار بنایا اور ان کے نفاقِ باہمی نے جلتی پر تیل کا کام کیا" (ص ۲۵ میثاق اکتوبر ۱۹۹۵ء)

(۳) "الیکشن کے بارے میں اپنے اس موقف کا بھی میں ہمیشہ اظہار کرتا رہا ہوں کہ یہ حرام نہیں ہیں" (ص ۴۶ میثاق اکتوبر ۱۹۹۵ء)

"جو لوگ خلوص و اخلاص کے ساتھ قائل ہیں کہ اس ذریعے سے یہاں واقعتاً کوئی تبدیلی آسکتی ہے، اسلامی نظام آسکتا ہے، تو وہ ضرور اس کے لئے کام کریں" (ص ۴۷ میثاق اکتوبر ۱۹۹۵ء)

"جماعت اسلامی، تنظیمِ اسلامی اور تحریکِ اسلامی، یہ تینوں تنظیمیں ایک وفاق کی شکل اختیار کر لیں" (ص ۴۸ میثاق اکتوبر ۱۹۹۵ء)

"یہ وفاق کسی الیکشن میں حصہ لینے کا فیصلہ اس وقت کرے جب کہ مولانا مودودی مرحوم کی معیّن کردہ تین شرطیں پوری ہو چکی ہوں" (ص ۵۰ میثاق اکتوبر ۱۹۹۵ء)

(۴) "بھائی! امت کے بڑے اتحاد سے پہلے، خدا کے لئے، ان دھاگوں کو تو بٹ لو۔ "جمعیت علمائے اسلام" تو ایک ہو جائے۔ آپ کے مابین سوائے شخصی قیادت کے اختلاف کے، اور کونسا جھگڑا ہے؟" (ص ۳۲ میثاق، اکتوبر ۱۹۹۵ء۔)

(۵) "البتہ، "ثالث ثلاثہ" یعنی اہل حدیث حضرات کا ان کے ساتھ جوڑ نہیں ملتا، اس لئے کہ فقہی مسلک کے لحاظ سے ان کی ایک، بالکل علیحدہ حیثیت ہے۔" (ص ۳۲ "میثاق، اکتوبر ۹۵ء)

(۶) "صدر ایوب نے مفتی محمود صاحب کے ایک ووٹ سے دستور میں ترمیم کی تھی۔ اور کہا گیا تھا کہ مفتی صاحب کو اس تعاون کے عوض دس لاکھ روپے دیئے گئے تھے۔ اندازہ لگائیے، اس دور کے دس لاکھ آج کے دس کروڑ سے کم نہیں ہیں۔ مفتی صاحب نے اس الزام کی تردید نہیں کی تھی، البتہ یہ کہا تھا کہ ہاں میرے مدرسے کو دئیے ہیں"۔ (ص ۳۵) "یہ بات عام کہی جا رہی ہے کہ قاضی (حسین احمد) صاحب نے پہلے نواز شریف سے دس کروڑ لیا تھا، پھر منحرف ہو گئے اور پھر

(بقیہ صـــ۴۲ پر)

احسان قادری (ڈیرہ غازی خان)

نذرانۂ عقیدت

بارگاہِ رسالت سرور کائنات فخر موجودات رحمۃ اللعالمین وخاتم النبیین ﷺ

طیبہ کی بڑی شان ہے طیبہ کی بڑی شان — دن رات برستی ہے یہاں رحمتِ رحمٰن
ممکن نہیں ہم سے ہو بیاں عظمتِ طیبہ — محبوبِ خدا کا ہے یہاں مسکنِ ذیشان
تھے ارض و سما نورِ الٰہی سے منور — جب آپ ہوئے عرش پہ اللہ کے مہمان
دولخت کیا آپ نے ماہتابِ فلک کو — یہ زندہ ہے اک معجزۂ رہبرِ انسان
یہ رتبہ کسی کو بھی ملا ہے نہ ملے گا — سرکار کا فرمان ہے اللہ کا فرمان
ایسا کوئی پیدا ہوا دنیا میں نہ ہو گا — اللہ کے محبوب دو عالم کے ہیں سلطان
کیا خوب ہے یہ معجزۂ ختمِ نبوت — گلشن ہیں بنا ڈالے اشارے میں بیابان
جس ذات نے عاصی کو ہُنر نعت کا بخشا — مجھ عاصی پہ اس ذات کا ہے خاص یہ احسان

وہ نُور علیٰ نور کہاں اور کہاں تُو
احسان تو اپنی ذرا اوقات کو پہچان

بقیہ از ص۴۱

حکومت سے دس کروڑ لے کر اپنا علیحدہ محاذ قائم کیا۔ واللہ اعلم" (ص۴۲) "میثاق، اکتوبر ۹۵ء۔

(۷) "شروع میں، میں نے مجلس احرار اسلام کا تذکرہ کیا تھا۔ اسی طرح ماضی میں ہمارے ہاں خاکسار تحریک کا بھی بہت بڑا شہرہ ہوا، لیکن اب یہ دونوں جماعتیں تاریخ کے عجائب گھر کی زینت بن چکی ہیں۔ البتہ ان سے وابستہ مخلص افراد کو میرا مشورہ ہے کہ وہ ایسی نئی تحریکوں میں شامل ہو جائیں جو ان کے نظریات سے قریب تر ہیں اور ان کی تقویت کا باعث بنیں۔" (ص۳۶) میثاق، اکتوبر ۹۵ء۔

(۸) "تبلیغی جماعت کی بہت بڑی تنظیم ہے اور اس میں پوری سوسائٹی کا "کراس سیکشن" موجود ہے۔ معاشرے کے ہر طبقے کے افراد اس سے وابستہ ہیں" (ص۳۳) میثاق، اکتوبر ۹۵ء۔

زندگی کا دشمن......!

تنہائی کا ساتھی
زندگی کا دشمن
جلتا سلگتا رہتا ہے
مجھ پہ ہنستا ہے
میں اسے چومتا ہوں
وہ مسکراتا ہے
دہکتے ہونٹ پسار کر
ہیروئن سے
وصل کر کے
چوستا جاتا ہے
دھیرے دھیرے
جونک کی طرح
لہو کی دھاریں
انمول جوانی
رات ڈھلتی ہے
خون پیتا ہے
کھوکھوں میں بکتا ہے
اور کھرکھے بنا دیتا ہے
گھبرو جوانوں کو
میرے پیارے
نہ پی اس کو
اس میں زہر ہے
یہ خدا کا قہر ہے
اچھے بھلے جوانوں کو
مار دیتا ہے
اگرچہ بیڑی پان والا
تجھ کو ادھار دیتا ہے
اس میں
نہ میں ہوں نہ تو ہے
نہ سکوں ہے
نہ رنگ و بو ہے
تیرا یہ فلسفہ
کہ خموشیوں کے دشت میں
رنجیدہ دل تھکے ہوئے
سگرٹوں کے کشت میں
غم کی پامالی ہے
مگر یہ زرد مرا ہوا
چہرہ اداس
اندر سے پیارے خالی ہے

حبیب الرحمن بٹالوی

پروفیسر محمد اکرام تائب
عارف والا

رنگِ سخن

"آ غیریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں"
جس نے طلاق دی ہے شادی وہیں رچا دیں
اے مولوی جی فتویٰ ایسا کوئی سنا دیں
"بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقشِ دوئی مٹا دیں"
ان تاجروں کے سارے کھاتے جدا جدا ہیں
یہ ٹیکس چور ہیں سب، انساں انہیں بنا دیں
بیمہ ایجنٹ اپنا لکھ دے گا روئی اعلیٰ
کچرے کو آگ خود ہی آؤ ذرا لگا دیں
چہروں کی زرد رنگت شاید بدل ہی جائے
کوٹھوں پہ جو ہیں رہتے، نیچے اُنہیں بسا دیں
پھر بار بار ٹھیکہ کیسے ملے گا ہم کو
اک بار ہی یہ پختہ سڑکیں اگر بنادیں
ان افسروں کی توندیں ایسے تو کم نہ ہوں گی
رزقِ حلال تائب کھانا انہیں سکھا دیں

پروفیسر خالد شبیر احمد

غـــزل

دل کا امیر، دل کا تونگر تلاش کر
جب تک نہ مل سکے تُو برابر تلاش کر

عقدہ "ہو تجھ پہ کیسے تیری زندگی کا وا
یہ" راز تیرے دل میں ہے مُضمَر تلاش کر

تہمت لگا کے پھر سے کسی پاکباز پر
شہرت کے شہر میں بھی کوئی گھر تلاش کر

واعظ یہ کہہ رہا تھا کسی ہم نشین سے
غیرت کو بیچ اپنے لئے زر تلاش کر

فقرو جنوں کی بات نہ کر زر پرست سے
علم وادب ہے وصف، قلندر تلاش کر

رکھوں میں کس کے یہ سر پر یہ دستارِ رہبری
ہر ایک کہہ رہا ہے کوئی سر تلاش کر

اب رہ گئی ہے ایک ہی فرزانگی کی بات
شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر تلاش کر

جس سے دل و دماغ کو راحت نصیب ہو
ایسا کوئی تو ایک بھی منظر تلاش کر

تفسیر اک یہی تو ہے احساس ذات کی
خود اپنے من میں ڈوب کے گوہر تلاش کر۔

ہر ایک شخص بند ہے خود اپنی ذات میں
اپنے لئے بھی گھرِ بے در تلاش کر

رہبر بنا تُو پھر سے کسی نازنین کو!
مردانگی کے اس میں بھی جوہر تلاش کر

غیرت تو جیسے شہر سے مفقود ہو گئی
اندر تلاش کر اسے، باہر تلاش کر

خالدؔ جنوں کی بات نہ کر بے ضمیر سے
اونچی اڑان کے لئے شہپر تلاش کر۔

ترحیم — ادارہ

مسافرینِ آخرت

منتظم دفتر نقیب ختم نبوت جناب محمد یوسف شاد کی چچی اور ان کے چچا زاد بھائی کی خوشدامن ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۵ء انتقال کر گئیں۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مولانا منظور احمد کی اہلیہ کی رحلت:
مجلس احرار اسلام سیالکوٹ شہر کے سابق سالار اعلیٰ شیخ الحدیث مولانا منظور احمد (فاضل دارالعلوم دیوبند) کی اہلیہ محترمہ ۹ ستمبر ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ انتقال فرما گئیں۔

میاں عبدالعزیز رحمہ اللہ:
مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن (ڈونگہ بونگہ، ضلع بہاولنگر) کے مہتمم پیر جی عبدالقادر انجم کے چچا میاں عبدالعزیز صاحب اکتوبر کے پہلے ہفتہ میں انتقال کر گئے۔ میاں صاحب مرحوم مدرسہ کے بانی حضرت مولانا محمد سعید احمد صاحب رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ انہوں نے اپنے برادرِ بزرگ کے ساتھ مل کر مدرسہ رحیمیہ کے قیام و استحکام میں اپنی توانائیاں صرف کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ہمارے کرم فرما محترم عبدالباسط خان خاکوانی (ملتان) کی اہلیہ محترمہ گزشتہ ماہ طویل علالت کے بعد انتقال کر گئیں۔

- مجلس احرار اسلام کراچی کے کارکن محترم صوفی مولا بخش صاحب کے بھتیجے اور جناب صفدر علی کے چچا زاد، حق نواز ولد قربان علی گزشتہ ماہ چنیوٹ میں انتقال کر گئے۔
- مجلس احرار اسلام ملتان کے سابق کارکن ظفر علی لدھیانوی مرحوم کے بھتیجے اور داماد، امتیاز حسین ۲ نومبر کو انتقال کر گئے۔

اراکینِ ادارہ تمام مرحومین کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں اور ان کے غم میں شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے، خطاؤں کو معاف فرمائے اور درجات بلند فرما کر ان کے ساتھ اپنے کرم کا خاص معاملہ فرمائے (آمین)

چلڈرن قرآنی سوسائٹی کی کتب اور قرآن

چلڈرن قرآنی سوسائٹی لاہور نے قرآن مجید کے جملہ ۳۰ سپاروں کا بامحاورہ اور نہایت آسان اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔ جو چوتھی جماعت کا طالب علم بھی پڑھ سکتا ہے ایک صفحہ پر عربی متن ہے اور مقابل صفحہ پر اردو ترجمہ ہے۔ ۳۰ سپارے مترجم کی قیمت -/۱۰۰ روپے ڈاک خرچ -/۲۵ روپے ہے۔ مجلد مکمل ۳۰ سپاروں کی شکل میں بھی دستیاب ہے۔ علیحدہ علیحدہ چار روپے (=/۴ روپے) فی سپارہ منگوا سکتے ہیں۔

نیز سوسائٹی نے ۳۸ عدد کتب قرآن اور احادیث نبوی پر مبنی شائع کی ہیں۔ جن کا ہر گھر میں موجود ہونا ضروری ہے۔ بچوں اور بڑوں کے لئے بھی مفید ہیں مکمل سیٹ ۳۸ عدد کتب پر مشتمل ہے۔ قیمت مع ڈاک خرچ =/۲۷۵ روپے بھیج کر منگوا سکتے ہیں آرڈر آنے پر وی پی کے ذریعہ بھی ارسال کیے جاتے ہیں۔ دکانداروں کو ۳۳٪ کمیشن کی چھوٹ دی جاتی ہے۔ آپ مکمل سیٹ علاوہ چیدہ چیدہ کتب بھی سوسائٹی سے منگوا سکتے ہیں۔ فرمائش پر فہرست کتب مہیا کر دی جائیگی۔

شیخ مختار احمد
سیکرٹری جنرل
چلڈرن قران سوسائٹی
۱۴ وحدت روڈ لاہور۔

میں شہرِ دل میں آنا چھوڑ جاؤں
کہ وہ رہنے لگے ہم سے کشیدہ
مرے جانے سے رونق کم نہ ہو گی
جو ہو گا کچھ تو، تیرا سر خمیدہ
ہمارا ذکر ہو گا ہر زباں پر
سنو گے تم تو ہو گے آبدیدہ
سنا تھا شہر کے قاضی بھلے ہیں
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

سید عطاء المحسن بخاری

انسٹنٹ

جوہر جوشاندہ

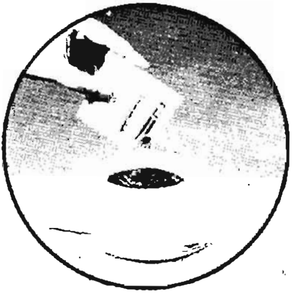

فلو، نزلہ، زکام اور گلے کی سوزش کے لیے مفید

صدیوں سے آزمودہ **جوشاندہ** اب فوری حل ہونے والے انسٹنٹ **جوہر جوشاندہ** کی شکل میں۔

خاندان کے ہر فرد کے لیے مفید **جوہر جوشاندہ** فلو، نزلہ، زکام کی علامات میں آرام پہنچاتا ہے۔

موسمی اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے **جوہر جوشاندہ** احتیاطی تدبیر کے طور پر استعمال کریں۔

ترکیب استعمال: ایک کپ گرم پانی یا چائے میں ایک پیکٹ **جوہر جوشاندہ** ملائیں اور جوشاندہ تیار

دن میں دو یا تین پیکٹ **جوہر جوشاندہ** استعمال کریں۔

نہایت موثر اجزا کے اضافے کے ساتھ

نئے اسٹرپ پیک میں

نئی، مفید ترین

سُعالین

گزشتہ ساٹھ سال سے انکشافاتِ حاضرہ اور اکتشافاتِ جدیدہ سے ہم آہنگ
کھانسی، نزلہ و زکام کے لیے سب سے مفید اور سب سے موثر کھانسی کی ٹکیاں

انکشافاتِ ماضی اور اکتشافاتِ جدیدہ نے بطرح ثابت کر دیا ہے کہ نباتات ... جو ... انسانی میں کوئی غیر طبعی ... بغیر شفائے امراض کا سامان کرتی ہیں۔

ہمدرد اس اندازِ فکر کا پُرجوش حامی رہا ہے۔ ملکی اور عالمی سطح پر تحقیقاتِ نباتات کو ہمدرد نے اپنا موضوع بنائے رکھا ہے۔

آج ساری دنیا بھرپور اعترافات کے ساتھ نباتات سے شفائے امراض پر متوجہ ہو چکی ہے۔ اسی لیے سُعالین جس طرح پاکستان میں ایک بہترین دوائے شافی کے طور پر مقبول ہے اسی طرح دنیا بھر میں سُعالین کو قبولِ عام حاصل ہے۔

خاص طور پر تیار کردہ نئی اسٹرپ پیکنگ، تاکہ سُعالین کے نازک ضروری اجزا مکمل طور پر محفوظ رہیں اور استعمال پر سُعالین تیر بہدف ثابت ہو۔

سُعالین اسٹرپ کے علاوہ پچاس قرص کی شیشی میں بھی دستیاب ہے۔

جب کھانسی کا ... سُعالین منہ میں ڈال کر چوسیے۔ ... کھانسی کے لیے مفید ترین سُعالین

سُعالین جوشاندے کا جوہر ہے۔ تین ٹکیاں گرم پانی میں ڈال کر نوش جان کیجیے۔ نزلہ، زکام اور کھانسی سے راحت پایئے

تعلیم، سائنس اور ثقافت
کا عالمی منصوبہ

ہمدرد

ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت ملتان کا

تاریخ ساز

امیرِ شریعت نمبر

(حصہ دوم)

شائع ہو گیا ہے۔

- اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب کے سوانح و افکار
- ایک تاریخ ✿ ایک دستاویز ✿ ایک داستان ✿ خاندانی حالات
  ✿ سیرت کے مجلا اوراق ✿ خطابتی معرکے ✿ سیاسی تذکرے
  ✿ بزم سے لیکر رزم اور منبر و محراب سے لیکر دار و رسن تک

✿ نصف صدی کے ہنگاموں، جہادی معرکوں، تہذیبی محاربوں، مذہبی سازشوں اور علمی محاذ آرائیوں کی فضا میں ایک آوازِ ھدایت، جو بصیرت، حریت اور بغاوت کا سرچشمہ تھی۔

- خوبصورت سہ رنگا سرورق 576 صفحات
- قیمت 300 روپے

مستقل سالانہ خریداروں کے لئے خاص رعایت

صرف 200 روپے پیشگی منی آرڈر بھیج کر نمبر حاصل کریں۔

ترسیل زر کے لئے: سید محمد کفیل بخاری

مدیر مسؤل، ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱